دُشمنِ جاں، میرا ساجن

ندا حسنین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

مکمل ناول

ندا حسنین

دشمنِ جاں، میرا ساجن

خوب اچھے سے شاپنگ کرانا نرگس کو، جی بھر کے خوش کر دینا اُسے تاکہ ساری مطلب کی بات اُگل دے۔ دیکھو کہیں کم تو نہیں پڑیں گے پیسے...... اچھا ایسا کرو یہ بھی لے لو۔'' شازیہ مارے خوشی کے پھولے نہ سما رہی تھیں۔ اور جذبات میں آکر مزید ڈیڑھ ہزار......

رنگ و بو کی اس محفل میں رونق عروج پر تھی۔ ایگز یبیشن ہال میں ملک کے معروف مصور کی پینٹنگز کی نمائش جاری تھی اور آرٹس کے دلدادہ افراد اس نمائش میں بڑے شوق و دلچسپی کے ساتھ شرکت کے لیے آموجود تھے۔ وہ ٹخنوں تک آئی سیاہ فراک میں ملبوس اپنی کزن علشبہ کے ہمراہ اِن پینٹنگز پر شاندار تبصرے کرتی آگے بڑھ رہی تھی۔ اس وقت وہ جس پینٹنگ کے سامنے کھڑی تھی وہ ایک دوشیزہ کی نیم عریاں پینٹنگ تھی جس کے سامنے وہ کسی لڑاکا سیاستدان کی طرح بیان پر بیان داغے جا رہی تھی۔

''آج کل تو نرالا ہی رواج چل پڑا ہے۔ عورتوں کو بے لباس کر کے اُن کی بے بسی و بے چارگی اور زمانے کی بے حسی کا نقشہ کھینچ کر مصور اُسے اپنا شاہکار سمجھ کر خراج وصول کرتا ہے اور لوگ جانے کون کون سی نفوس کی تسکین کے لیے اپنے محل کے در و دیواروں کی زینت بنا کر اپنے ماتھے پر آرٹ کے قدردان ہونے کا ٹیگ لگائے پھرتے ہیں۔'' اُس کی زبان بنا بریک لگائے جو چلی تو ماہین کے زوردار ٹہوکا مارنے پر رُکی۔

''حد کرتی ہو۔ جب نہیں پسند ایسی پینٹنگز تو کیوں دیدے پھاڑے ٹک ٹک دیکھ رہی ہو۔ چلو اب آگے بھی بڑھو۔'' علشبہ نے ہال میں ایک نظر دوڑاتے ہوئے اُسے جھاڑ پلائی۔ صد شکر کہ محسن اس وقت شازیہ اور روبی کے ساتھ دوسری طرف پینٹنگز دیکھنے میں مصروف تھا۔ اگر اُس نے ماہا کے یہ بلند آواز زرین تبصرے سُن لیے ہوتے تو بناء لحاظ کیے بے عزت کر کے رکھ دیتا ان دونوں کو۔

''کیا......! میں دیدے پھاڑ کر دیکھ رہی ہوں۔ تم ذرا اپنی بینائی چیک کرواؤ۔ تمہیں غصے سے گھورنے اور دیدے پھاڑنے میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔'' وہ اب اپنے وہی دیدے علشبہ کے چہرے پر جمائے خونخوار لہجے میں بول رہی تھی۔

''اُف میرے اللہ! جس طرح بھی دیکھ رہی ہو اب دیکھنا بند کرو۔ ہال میں موجود ساری خلقت ہمیں عجیب نظروں سے گھور رہی ہے۔'' علشبہ نے اُسے بازو سے پکڑ کر آگے کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا

تو وہ منمناتی ہوئی زبردستی آگے بڑھی۔
ابھی وہ دونوں تھوڑا آگے بڑھیں تھیں کہ ایک نسوانی آواز نے انہیں اپنی جانب متوجہ کرلیا۔ وہ خاتون ایک اچھی خاصی مہنگی پینٹنگ کی قیمت دریافت کررہی تھیں۔

''ارے یہ تو اپنے منظور صاحب کی بیگم عقیلہ آنٹی ہیں۔ یہ یہاں کیسے۔'' ماہا کے قدم اب آگے بڑھنے سے انکاری تھے۔ وہ وہیں رُک کر عقیلہ آنٹی کی کارروائی دیکھنے لگی۔

''یار ماہا ایک تو میں تمہاری اس جاسوسی کی عادت سے تنگ ہوں۔ کیا ضرورت لوگوں کے ہر معاملات پر نظر رکھنے کی۔ عقیلہ آنٹی جو بھی کریں اُس سے ہمیں کیا۔'' علشبہ بے زاری سے سامنے عقیلہ آنٹی کو پینٹنگ خریدتے دیکھ کر بولی۔

''ارے پاگل آج کا زمانہ ایسا ہے کہ کسی نے گلی میں پان بھی تھوکا تو وہ بھی بریکنگ نیوز کے طور پر دنیا بھر میں نشر ہوتی ہے۔ اور میں تو اس گلی کی اتنی اہم شخصیت کی مخبری کررہی ہوں۔ چلو دنیا بھر میں نہ سہی گھر بھر میں تو یہ خبر نشر کرسکتی ہوں ناں کہ روز کاروبار میں نقصان کا رونا رونے والی مسز منظور آرٹ گیلری سے ڈیڑھ لاکھ کی پینٹنگ خریدتی پائی گئیں۔'' وہ شرارت سے ایک آنکھ دباتے ہوئے بولی۔ اسی اثناء میں اُس کے عقب سے آواز گونجی۔

''تم دونوں کی بے تکی حرکتیں ختم ہوگئیں تو اب گھر چلیں۔'' وہ دونوں بیک وقت چونک کر پلٹیں۔ سامنے محسن زمانے بھر کی بے زاری چہرے پر سجائے اُن دونوں سے مخاطب تھا۔

''جی بھائی...... اب چلیں......!'' علشبہ نے فرماں برداری سے کہا تو ماہا بھی سر جھکائے محسن کے معیت میں چل پڑی۔

''بالکل کھڑوس ہے تمہارا بھائی۔'' ماہا نے محسن کی پشت کو گھورتے ہوئے علشبہ کے کان میں سرگوشی کی۔ علشبہ نے فقط اُسے گھور کر تنبیہ کرنے پر اکتفا کیا۔

شازیہ اور روبی اخراجی راستے کے سامنے کھڑیں اُن لوگوں کی منتظر تھیں۔ اُن کے قریب آنے پر وہ سب پینٹنگز پر اظہارِ خیال کرتے گاڑی کی جانب بڑھ گئے۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی ماہا نے مسز منظور والی خبر فوراً نشر کردی۔

''ہائے ڈیڑھ لاکھ کی پینٹنگ...... یعنی محمود بھائی سے کاروبار علیحدہ کرکے بھی اچھا خاصا کمارہے ہیں منظور بھائی۔'' شازیہ بیگم نے خبر سننے کے بعد حیرانگی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کرنا ضروری سمجھا۔

''چلو جی......! لگا دی آگ اس مسینی نے۔'' محسن ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے غصے سے بڑبڑایا۔ یہ الگ بات کسی نے اِس بڑبڑاہٹ کو سُنا نہیں۔

''اور یاد ہے آپا...... اُس دن عقیلہ بھابی ہمارے گھر آئیں تھیں تو کتنا بُرا بھلا کہہ رہی تھیں محمود بھائی کو کہ اُن کے کاروبار علیحدہ کرنے سے انہیں کتنے مشکل اور مالی تنگی سے بھرپور دن گزارنے پڑرہے ہیں۔'' روبی نے بھی شازیہ کی تائید کرتے ہوئے گفتگو میں اپنا حصہ ڈالا۔ وہ دونوں بہنیں جو جٹھانی دیورانی کے رشتے میں بھی بندھی ہوئیں تھیں اب منظور اور محمود صاحب کی فیملی کے بخیے اُدھیڑنے میں مصروف ہوگئیں۔ جبکہ ماہا اُن دونوں خواتین کو موضوعِ گفتگو دے کر علشبہ کے ساتھ موبائل میں کھینچی جانے والی تصویریں دیکھنے لگی۔ اور اُن سب کی باتوں سے جھنجھلاتا محسن بیک ویو مرر سے ماہا کو گھورتے ہوئے زیرِ لب بڑبڑایا۔ ''پوری بی جمالو ہے یہ لڑکی!''

☆......☆......☆

صبح سبزی لیتے ہوئے شازیہ کی ملاقات پڑوس کی روبینہ سے ہوئی۔ باتوں باتوں میں ذکر چل نکلا منظور اور محمود صاحب کے گھرانوں کا۔ ویسے بھی یہ دونوں گھرانے اپنے کشیدہ تعلقات کے بناء پر محلے میں ہاٹ ٹاپک بنے ہوئے تھے۔ شازیہ اور روبینہ کی باتوں کا اختتام شازیہ کے اس جملے پر ہوا تھا۔

''ارے غلط سننے کی تو بات ہی نہیں ہماری ماہا نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے۔'' شازیہ نے ماہا کا نام یوں لیا تھا جیسے مبشر لقمان کوئی خاص خبر دیتے ہوئے باوثوق ذرائع کا نام لیتا ہے۔ خبر منتقل کر کے شازیہ تو اپنے گھر چلی آئیں مگر روبینہ کو ابھی گوشت لینے بھی جانا تھا۔ جہاں اُن کی ملاقات عذرا سے ہوئی وہ بھی محلے کی رہائشی تھیں۔ وہاں بھی یہی گفتگو ہوئی اور ختم باوثوق ذرائع یعنی ماہا پر ہوئی۔ اور پھر عذرا بی بی کو پارلر جانا تھا جس کی مالکن محمود صاحب کی پڑوسن اور زوجہ محمود کی سہیلی تھی۔ یوں یہ خبر پارلر کی مالکن مہک سے ہوتی ہوئی محمود صاحب کے گھر تک جا پہنچی۔ جس کا نتیجہ تعلقات میں مزید کشیدگی کی صورت نکلا۔

منظور اور محمود صاحب اس محلے کے قابلِ احترام شخصیات میں سے تھے۔ دونوں بھائی مل کر کاروبار چلاتے تھے۔ اتحاد میں برکت کے مترادف خوب منافع بھی ہوتا تھا۔ پر ابھی کچھ ماہ قبل دونوں گھرانوں میں خوب جھگڑا ہوا۔ نہ جانے کسی کی نظر لگی تھی یا دونوں کی بیگمات کی زبان و دماغ کے جوہر کا کمال تھا کہ دونوں بھائیوں نے ایک دوسرے پر سو طرح کے الزام تراشیوں کے بعد کاروبار علیحدہ کرلیا۔ جس میں سرفہرست الزام یہی تھا کہ محنت میری زیادہ، عیاشی دوسرے کی زیادہ...... مگر ہوا یوں کہ کاروبار میں علیحدگی کے بعد کاروبار سے برکت اُٹھ گئی اور وہ منافع نہ رہا جو ساتھ مل کر حاصل ہو رہا تھا۔ سو دونوں بھائی اکثر محلے میں مالی تنگی کا رونا روتے اور ایک دوسرے کی برائی کرتے پائے گئے۔ ایسے میں مسز منظور مہنگی خریداری جو شازیہ کی بدولت محلے بھر میں عام ہوئی اُس نے جلتی پر تیل چھڑکنے والا کام دیکھایا۔ اور جو دونوں بھائی کے دل آب جا کر ایک دوسرے کے لیے نرم پڑنے لگے تھے۔ ایک بار پھر بدگمانی کی آگ میں جل اٹھے۔

''موسم کتنا خوبصورت ہو رہا ہے ناں۔ یوں لگ رہا ہے ابھی جیسے یہ گھنگھور گھٹائیں برس پڑیں گی۔'' نرم نرم، ہری بھری گھاس پر چہل قدمی کرتے ہوئے اُسے مسرور سے انداز میں علشبہ سے کہا تھا۔

''اللہ کرے برس ہی جائیں آج...... ورنہ روز جھلک دکھلا کر چلے جاتے ہیں یہ بادل......'' علشبہ نے حسرت زدہ نظروں سے بادل کو گھورتے دیکھ کر کہا۔ وہ دونوں آج محلے کاس چھوٹے سے پارک میں آئیں تھیں۔ شام کو اس پہر بچے، بزرگ اور خواتین عموماً یہاں چہل قدمی اور ہوا خوری کے لیے آتے تھے۔ وہ دونوں تصورِ برسات میں کھوئی ہوئی تھیں کہ ٹن سے آ کر علشبہ کے سر سے گیند ٹکرائی۔

''آہ!'' علشبہ نے کراہتے ہوئے اُس سمت دیکھا جہاں سے گیند سے اُس پر حملہ کیا گیا تھا۔ ماہا کی ہنسی چھوٹ گئی۔

''آپی گیند دے دیں۔'' چھوٹے سے گپلو سے بچے نے آ کر اُس سے بڑی معصومیت سے گیند مانگا تھا۔

''ارے تم منظور انکل کے سب سے چھوٹے بیٹے ہو یاں۔ اِدھر میرے پاس بیٹھو پھر بال دوں گی۔'' ماہا کو چھوٹا سا گول مٹول سا یہ بچہ بہت پیارا لگ رہا تھا۔

''میں نہیں آؤں گا آپ کے پاس، مجھے امی پاپا

نے آپ سے بات کرنے سے منع کیا ہے۔'' وہ بچہ نروٹھے پن سے بولا تو ماہا اور علشبہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگیں حیرانی سے۔

''کیوں، کیوں منع کیا ہے مجھے بات کرنے سے۔'' ماہا نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

''امی کہہ رہی تھیں ماہا کے اندر کسی شر پسند رپورٹر کی روح جا گھسی ہے اُسے کوئی بات پتا چل جائے تو پورے محلے میں جب تک اعلان نہ کروا دے اُس کے پیٹ میں مروڑ اٹھتا رہتا ہے۔ اس لیے اس سے دور رہنا۔'' بچے نے من وعن ساری بات کہہ ڈالی۔ اور ماہا کا مارے غصے کے برا حال ہوگیا۔ جبکہ علشبہ کچھ دیر قبل لگنے والی چوٹ بھلائے بری طرح ہنسنے میں مصروف تھی۔

''اچھا اور تمہارے پاپا نے کیا کہا۔'' ماہا کا لال بھبھوکا چہرہ یکسر نظر انداز کیے وہ بچے سے پوچھنے لگی۔

''پاپا نے کب کہ تمہاری امی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ ایسی بی جمالو ٹائپ کی آپیوں سے دور رہا کرو اور گھر کی کوئی بات نہ بتایا کرو۔'' اُس بچے کو بھی شاید ماہا کو چڑانے میں مزہ آ رہا تھا۔ تبھی چسکے لیتے بتائے جا رہا تھا۔

''اوئے ماہا...... تم نے تو رات ہی رات میں اچھی خاصی شہرت پالی۔'' علشبہ پیٹ پر ہاتھ دھرے ہنس ہنس کر بے حال ہوئی جا رہی تھی۔ قبل اس کے ماہا اُس کی پشت پر ایک دھموکہ جڑتی۔ گھنگھور گھٹاؤں نے برسنا شروع کر دیا۔ وہ بچہ ماہا کے ہاتھ سے گیند چھین کر رفو چکر ہوگیا۔ ماہا نے غصے سے علشبہ کا ہاتھ تھاما اور تیز تیز قدموں سے گھر کی جانب چل دی۔

''ارے منہ کیوں سوجا ہوا ہے، گر گئی ہو کیا بارش میں۔'' روبی نے اُن دونوں کے پھولے ہوئے چہرے دیکھ کر فکر مندی سے پوچھا۔

''آپ کو پتا ہے منظور انکل کا بیٹا مجھے کیا کیا کہہ رہا تھا۔'' ماہا نے رونی صورت بناتے ہوئے کہا۔

''ہاہ! وہ تو بہت چھوٹا ہے۔ وہ تمہیں چھیڑ رہا تھا کیا۔'' روبی نے حیرت سے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''ہائے یہ ننھے میاں کے بھی پَر نکل آئے۔ آنے دو محسن کو ذرا، کھنچائی کرواتی ہوں اس بالشت بھر کے لڑکے کی۔'' شازیہ جو ساری روداد کچن میں پکوڑے بناتی سُن رہی تھی۔ وہیں سے غصے سے ہانک لگائی۔

''اُف اللہ! یہ بات نہیں ہے جو آپ لوگ سمجھ رہی ہیں۔ دراصل منظور انکل کا بیٹا ماہا کو شر پسند رپورٹر اور بی جمالو کے القاب سے نواز رہا تھا۔'' علشبہ نے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے سارا قصہ سنایا۔

''ہائے ایسا کیوں...... آخر ایسا کیا کر دیا میری بچی نے۔'' روبی نے ممتا سے چور جذبات کے ساتھ ماہا کو گلے سے لگاتے ہوئے کہا۔

''میں نے نہیں کیا...... آپ لوگوں نے کیا۔ میں نے تو بس آپ لوگوں کو منظور انکل والی بات بتائی تھی۔ یہ بات پورے محلے میں کیسے پتا چلی۔ بتائیں، بتائیں ذرا مجھے بتائیں۔'' ماہا اچھل کر ماں کی بانہوں سے باہر آئی اور لگی باز پرس کرنے۔

''وہ تو میں نے بس ایسے ہی روبینہ سے ذکر کیا تھا۔ اُس کمبخت نے کیا پورے محلے میں ڈنکا بجوا دیا۔'' شازیہ نے اعترافِ جرم کرتے ہوئے معصومیت سے پوچھا۔

''ہاں پورے محلے میں ڈنکا بجوا دیا، وہ بھی میرے نام کا...... کیا آپ لوگوں نے، اور بدنام میں ہو رہی ہوں۔'' ماہا غصے سے منہ پھلائے سیڑھیاں چڑھتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

''ہاہ! اب اُس کا تو منہ ہی پھولا رہے گا سارا

دن۔'' روبی افسردگی سے اُسے اوپر جاتا دیکھتے ہوئے بولیں۔
''فکر نہ کرو روبی۔ میں آج آلو بھرے پراٹھے بنا رہی ہوں ناں تو دیکھنا جب پتا چلے گا تو کیسے دوڑی ہوئی آئے گی۔'' شازیہ نے ماہا کی ناراضگی کا حل فوراً ہی ڈھونڈ نکالا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ آلو کے پراٹھوں کی خوشبو جیسے ہی پورے گھر میں پھیلی ماہا دوڑتے ہوئے نیچے آگئی۔ کن من بارش کا سلسلہ ابھی بھی جاری تھا۔ گرم گرم پراٹھوں سے انصاف کرنے کے بعد ماہا اور علشبہ بھاپ اڑاتی چائے کا کپ لے کر برآمدے میں بیٹھی بارش کا نظارہ کررہی تھیں۔ صحن میں پڑتی بارش کی موٹی موٹی بوندیں فضا میں سنگیت بکھیر رہی تھیں۔
''کتنی اچھی لگتی ہیں ناں یوں برستی بارش۔'' ماہا نے زمین پر موٹی موٹی بوندوں کے پیالے بنتے دیکھتے ہوئے کہا۔
''ہونہہ! بہت زیادہ!'' علشبہ اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ باہر سے گاڑی کے ہارن بجنے کی متواتر آوازیں سنائی دی۔ اُن دونوں نے چونک کر گیٹ کی جانب دیکھا۔
''لگتا ہے محسن بھائی آگئے۔'' علشبہ کہتے ہوئے کرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ ماہا بھی اُس کے ساتھ گیٹ کھولنے چل دی دروازہ کھولتے ہی گاڑی زن سے اندر داخل ہوئی۔
''یہ تمہارا بھائی آج کل کیوں کسی خون آشام بلے کا روپ دھارے پھر رہا تھا۔'' وہ سرگوشی کے انداز میں علشبہ سے بولی۔ محسن گاڑی سے اُتر کر اُن دونوں کی ہی جانب بڑھ رہا تھا۔
''یہ کیوں اتنے خطرناک تیور لیے ہماری طرف آرہے ہیں۔'' علشبہ نے دھیرے سے ماہا سے پوچھا۔ ماہا نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کندھے اُچکا دیے۔
''کیا خبریں تم پورے محلے میں پھیلاتی پھر رہی ہو۔ ہر طرف میں ماہا، ماہا کی گردان سن رہا ہوں۔ اگر تم نے اس دن ایگزیبیشن میں مسز منظور کے حوالے سے کچھ جان بھی لیا تھا تو اِس کا ڈھنڈورا پورے محلے میں لپیٹنے کی کیا ضرورت تھی۔ جانتی ہو تمہاری اس حرکت سے کتنی بدنامی ہو رہی ہے ہمارے گھر کی۔ ابھی منظور انکل ملے تھے۔ خوب شکایتیں کر رہے تھے کہ تمہاری وجہ سے اُن کے اور محمود صاحب کے اختلافات مزید بڑھ گئے ہیں۔'' محسن اُس کے قریب آتے ہی برس پڑا۔ وہ پہلے تو پل بھر کے لیے حیران رہ گئی پھر اپنی وضاحت کے لیے کئی بار لب کھولنے کی کوشش کی مگر محسن کو گرجتا برستا دیکھ کر کچھ کہہ نہ پائی۔
''ماہا کا قصور نہیں ہے بھائی!'' علشبہ نے حقیقت بتانے کے لیے لب کشائی کی۔
''چپ بالکل چپ...... ایک لفظ بیچ میں نہ بولنا تم...... تمہاری شہہ پر یہ اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتی رہتی ہے اور سُننا پورے گھر کو پڑتا ہے۔ اِسے سمجھ میں آنا چاہیے کہ یہ اب کوئی بچی نہیں رہی، بڑی ہو چکی ہے۔ قصور اس کا بھی نہیں ہمارے گھر کے بڑوں کا ہے جنھوں نے اسے بے جا چھوٹ دے رکھی ہے۔'' علشبہ کو خاموش کرا کر محسن بڑی بے دردی سے ماہا کے عزتِ نفس کی دھجیاں اُڑا رہا تھا۔ ذلت کے احساس سے سرخ پڑتا چہرہ لیے وہ بناء کچھ کہے اپنے کمرے میں آگئی۔
''بھائی اگر آپ کی زبان اتنی کڑوی ہے تو اس کا استعمال صحیح جگہ پر کیا کریں۔ ادھورا سچ جان کر کسی کی ذات کو لفظوں سے سنگسار کرنا کوئی قابلِ تعریف عمل نہیں۔ اور آپ کی معلومات میں اضافہ کرتی چلوں۔ حقیقت یہ ہے کہ محلے میں اس خبر کا ڈھنڈورا پیٹنے کی

غلطی ماہا سے نہیں ہماری امی سے سرزد ہوئی۔ ویسے منظور انکل کو بھی لگے ہاتھوں یہ مشورہ دینا چاہیے تھا کہ آپ کو کہ گھر میں لاکھوں کا سامان بھر کر محلے بھر میں کاروبار کے نقصان کا ڈھنڈورا نہیں کرتے۔''
علشبہ جذبات میں کچھ زیادہ ہی بول گئی تھی۔ اُسے آج شدت سے بھائی کے لہجے کی کڑواہٹ اور لفظوں کی تلخی محسوس ہوئی تھی۔ ماہا نٹ کھٹ اور چنچل ضرور تھی مگر کبھی اُس نے کوئی غلط حرکت کی تھی، نہ ہی حدود سے باہر گئی تھی۔ وہ کچھ دنوں سے محسوس کر رہی تھی کہ محسن کا رویہ ماہا کے ساتھ کافی ہتک آمیز سا تھا۔ یوں تو ویسے ہی محسن اور ماہا کی کم ہی بنتی تھی۔ مگر جو انداز آج اُس نے اپنایا تھا وہ علشبہ کو بھی برا محسوس ہوا تھا۔ علشبہ کے جاتے ہی محسن نے بھی سر جھٹک کر اپنے قدم گھر کے اندر کی جانب بڑھا دیے پر سامنے ہی اُسے شازیہ کی ملامتی نظروں کا سامنا کرنا پڑا۔ غالباً انہوں نے اُس کی ساری باتیں سُن لیں تھیں۔ وہ اُن سے نظریں چراتا آگے بڑھ گیا۔

☆......☆......☆

وہ غسل کے بعد خود کو کافی تازہ دم محسوس کر رہا تھا۔ شاید اس تازگی میں کچھ عمل دخل ماہا کی عزت افزائی سے حاصل ہونے والی راحت کا بھی تھا۔ وہ آرام کی غرض سے ابھی بستر پر دراز ہوا ہی تھا کہ شازیہ بسکٹ اور چائے کی ٹرے سنبھالے کمرے میں داخل ہوئیں۔ اُن کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر وہ الرٹ ہو کر بیٹھ گیا۔ کھنچائی کا ارادہ صاف نظر آ رہا تھا۔ شازیہ اُس کے سامنے بیٹھتے ٹرے بستر پر رکھتے ہوئے سرد لہجے میں مخاطب ہوئیں۔
''تم نے صرف اس لیے ماہا سے یہ نامناسب رویہ روا رکھا کیونکہ ہم تمہاری شادی اُس سے کروانا چاہتے ہیں۔ بولو یہی بات ہے ناں۔'' اُن کی بات پر وہ نظریں چرا گیا۔
شاید تمہیں لگتا ہو کہ تم شہزادہ گلفام ہو اسی لیے ہم سب تمہاری شادی ماہا سے کروانے کے لیے تُلے ہوئے ہیں۔ ایسا نہیں ہے یہ میری اور تمہارے بابا کی خواہش تھی کیونکہ ہم سمجھتے تھے کہ تم جیسا اکھڑ مزاج انسان صرف ماہا جیسی نرم مزاج، سمجھدار سب کا خیال رکھنے والی لڑکی سے ہی سنبھل سکتا ہے۔ مگر آج تمہارے رویے نے ہمیں یہ قدم اٹھانے سے بچا لیا۔ ورنہ ہم ظفر اور روبی سے آج اس سلسلے میں بات کرنے والے تھے۔ مگر جیسے تم ہمیں عزیز ہو ویسے ہی ماہا بھی ہمیں عزیز ہے اور اب تم بے فکر رہو تم سے ماہا کا رشتہ کرنے کے حق میں اب ہم بالکل نہیں ہیں۔ تم بتا دو اپنی نیلم کو کہ ہم تم دونوں کا رشتہ کرنے لیے تیار ہیں۔'' یہ سب کہہ کر شازیہ وہاں رُکی نہیں۔ فوراً کمرے سے نکل گئیں۔ اور محسن جو کھنچائی کے ڈر سے الرٹ ہو کر بیٹھا تھا۔ آزادی کا پروانہ ملتے ہی اپنے جذبات پر بامشکل قابو پاتے ہوئے نیلم کو کال کرنے لگا۔
''ہماری دعائیں رنگ لے آئیں نیلم امی اور بابا ہماری شادی کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔'' وہ اب نیلم کو خوشی خوشی یہ مژدہ سنا رہا تھا۔ کچھ دن قبل جب اُس نے شازیہ سے نیلم کے گھر رشتہ بھیجنے کی درخواست کی تو انہوں نے صاف انکار کے ساتھ ماہا اور اُس کی شادی کے ارادے کا اظہار کیا۔ جس پر احتجاج کرتا وہ واک آؤٹ کر گیا۔ اُس دن سے اُس نے ماہا کے ساتھ اپنے تعلقات بھارت کی طرح کشیدہ کر دیے تھے۔ بات بات پر مشتعل ہونا اور اشتعال انگیزی سے جواب دینا اُس کا معمول بن گیا تھا۔ اُس کا یہ انتہائی ردِعمل دیکھ کر شازیہ اور غضنفر کو اُس کے آگے ہار مانتے ہی بڑی۔ اور اب وہ اپنی جیت پر نیلم کے ساتھ خوب لمبی بات کر کے جشن منا رہا تھا۔ اور بند دروازے کے پیچھے کان لگائے

اُس کی کھسر پھسر سنتی شازیہ منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دل ہی دل میں اعلانِ جنگ کا طبل بجاری رہی تھیں۔

''خوش ہو جا میرے بچے...... تمہاری محبت کی تو میں ایسی کی تیسی کر کے رہوں گی۔''

☆......☆......☆

شازیہ اس گھر کی بڑی بہو تھیں۔ زبیدہ بیگم بڑے چاؤ سے غضنفر کی دلہن انہیں بنا کر لائیں تھیں۔ شازیہ نے بڑی بہو کی حیثیت سے گھر کو بنا سنوار کر رکھنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ وہ فطرتاً گھر جوڑ کر رکھنے والی خاتون واقع ہوئیں تھیں۔ اُن کے اچھے اخلاق اور فطرت سے متاثر ہو کر زبیدہ خاتون نے اپنے چھوٹے بیٹے کی شادی شازیہ کی چھوٹی بہن سے طے کر دی تھی۔ روبی بھی بڑی بہن کے نقشِ قدم پر چلیں اپنے اخلاق سے سب کا دل جیتتی چلی گئیں۔ زبیدہ خاتون جب تک زندہ رہیں انہوں نے بہوؤں سے خوب ہی سکھ پایا۔ اُن کے گزرنے کے بعد بھی شازیہ نے بڑی بہو کی حیثیت سے خوش اسلوبی کے ساتھ گھر چلایا۔ ہر گھر کی طرح یہاں بھی چھوٹی موٹی تکرار انگڑائیاں لیتیں۔ مگر شازیہ اپنی سمجھداری سے اس تکرار کو تھپک تھپک کر سلا دیتیں۔ شازیہ کو اللہ نے دو بچوں محسن اور علشبہ سے نوازا تو روبی ماہا کے بعد کچھ پیچیدگیوں کے باعث دوبارہ ماں نہ بن سکیں۔ محسن اس گھر کا سب سے پہلا اور لاڈلا بچہ تھا۔ اُس کے ڈھائی سال کے بعد روبی کی گود میں ماہا نے آنکھیں کھولیں۔ اور تب سے ہی محسن، ماہا کا جانی دشمن بن گیا۔ ماہا کے ڈیڑھ سال کے بعد علشبہ کی پیدائش ہوئی۔ جوں جوں بچے بڑے ہوتے گئے اِن کے مزاجوں سے گھر والے بھی آشنا ہوتے چلے گئے۔ محسن تنک چڑھا اور اکھڑ مزاج واقع ہوا تھا۔ جبکہ ماہا نرم مزاج اور سب کا خیال رکھنے والی علشبہ اور ماہا میں خوب بنتی تھی۔ دونوں سگی بہنوں کی طرح رہتیں البتہ محسن اور ماہا کی بالکل نہ بنتی تھی اور اس میں زیادہ تر ہاتھ محسن کا ہی ہوتا۔

بچوں کے بڑے ہونے کے ساتھ ہی شازیہ کے دل میں محسن اور ماہا کی شادی کرانے کی خواہش جاگی۔ اس کا خیال انہوں نے اپنے شوہر غضنفر سے کیا تو وہ بھی اس خیال سے متفق دکھائی دیے۔ شازیہ اور غضنفر جانتے تھے کہ بیٹا نہ ہونے کی کسک ظفر اور روبی کے دل کو آج بھی ٹیس پہنچاتی ہے۔ اور پھر ماہا اُن کی دیکھی بھالی لڑکی تھی اچھا ہے کہ اُن کے سامنے رہتی اُن کی بہو بن کر۔ بس یہی سوچ کر انہوں نے محسن سے اس سلسلے میں بات کر ڈالی مگر وہ ماہا کا نام سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ گیا اور محلے کے نکڑ والے بنگلے کے رہائشی عظیم صاحب کی بیٹی نیلم سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کر دی۔ نیلم کا نام سنتے ہی شازیہ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ نیلم سے محلے کی ہی کسی تقریب میں اُن کی ملاقات ہوئی تھی اور وہ تیز طرار سی لڑکی انہیں ذرا نہ بھائی تھی۔ نیلم سے رشتہ مسترد کر کے شازیہ نے ماہا سے رشتہ کرنے کا عندیہ دے دیا۔ اور اُس دن سے محسن نے انتہائی بُرا رویہ ماہا کے ساتھ روا رکھا ہوا تھا۔ قبل اس کے کہ اس بات کی بھنک روبی اور ظفر کو ہوتی اور اُن کے دل خراب ہوتے شازیہ نے محسن کی بات وقتی طور پر مان لینے میں ہی بہتری جانی۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ دل ہی دل میں نیلم کا مکمل طور پر پتا کاٹنے کے لیے منصوبہ بنانے لگیں تھیں۔

''سردیوں کی آمد آمد تھی۔ اور اس بار سردی پڑنے کے آثار نظر بھی آ رہے تھے۔ اس لیے وہ چاروں آج گرم کپڑوں کی شاپنگ کے سلسلے میں مال آئیں تھیں۔ خریداری کے بعد بھوک سے نڈھال ہوتے ہوئے ان سب نے فوڈ کارنر کا رُخ

کیا۔ علشبہ اور ماہا تو چاچا جی کی تھالی آرڈر کرنے چلی گئیں۔ شازیہ اور روبی وہیں بیٹھیں باتیں کرتی رہی تبھی شازیہ کی نگاہ کچھ فاصلے پر ایک اجنبی لڑکے کے ساتھ بیٹھی نیلم پر پڑی۔ شازیہ ٹھٹھک کر اُسے دیکھنے لگیں۔ جس لڑکی کو اُن کا بیٹا اُن کے گھر کی زینت بنانا چاہتا تھا وہ سرِعام کسی اجنبی مرد کے ساتھ زمانے بھر میں گھوم رہی تھی۔ غصے کی شدید لہر اُن کے رگ وپے پر دوڑ گئی۔ نیلم کے انداز واطوار اُس اجنبی لڑکے کے ساتھ کچھ 'اور' ہی مراسم کے چغلی کھا رہے تھے۔

''شازیہ بیگم تم اتنے دنوں سے نیلم کے ساتھ محسن کا تعلق ختم کرنے کے مواقع تلاش کر رہی تھیں۔ لو اب مل گیا موقع۔'' دماغ نے جھٹ سے راہ بجھائی اور شازیہ جلدی جلدی منصوبے کے تانے بانے بننے لگیں۔ گھر آ کر انہوں نے سب سے پہلے علشبہ کو اعتماد میں لینے کا فیصلہ کیا۔ سب سے پہلے اُسے محسن اور ماہا کو لے کر اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔ پھر محسن کی نیلم سے اندھی محبت کا بھانڈا پھوڑا اور آج تازہ تازہ مال سے دیکھا احوال سنا کر مدد کرنے کی درخواست کی۔ بھائی کی ساری کارستانی سن کر علشبہ سوچ میں پڑ گئی۔ بہت سوچ بچار کے بعد اُس نے اِس مشن میں ماہا کو ملانے اور شازیہ کی ہدایت کے مطابق محسن اور ماہا کو لے کر اُن کے ارادے کو پوشیدہ رکھنے کا فیصلہ کیا۔ شازیہ محسن علشبہ کے حوالے کر کے اب مطمئن تھیں۔

''میں تمہارے اس کھڑوس بھائی کے لیے کچھ بھی کرنے والی نہیں۔'' ماہا نے علشبہ کی بات سُن کر صاف انکار کر ڈالا۔

''ایسے نہ کہو ماہا۔ تم میرا ساتھ نہ دو گی تو وہ تیز طرار، چلتر نیلم بھائی کی بیوی بن کر ہمارے گھر آ جائے گی۔ اور پھر سوچو کیا ہو گا گھر میں۔ وہ نیلم بھائی کے کان بھرے گی۔ ہمارے خلاف اور بقول تمہارے میرا کھڑوس، کان کا کچا بھائی اُس کی باتوں میں آ کر ہم پر سختی کرے گا۔ ہمارا جینا محال کر دے گا اور تو اور کچھ بعید نہیں کہیں وہ ہماری والداؤں کو نہ لڑوا دے...... اللہ اللہ! اُس کے آنے سے ہمارا پیارا گھر اجڑ کر رہ جائے گا۔'' علشبہ نے بڑے جذباتی انداز میں مستقبل کے حالات کی منظرکشی کی اُس نے ایک پل کو تو ماہا کو بھی ہلا کر رکھ دیا۔

''اچھا اچھا...... اب بس کرو یہ رونا...... بتاؤ کیا کرنا ہے تمہارے بھائی کو اس چڑیل سے بچانے کے لیے۔'' ماہا نے اُسے ہاتھ کے اشارے سے روکتے ہوئے ایک ادائے شانِ بے نیازی سے کہا۔

''سیانے کہتے ہیں، دشمن کو زیر کرنے کے لیے پہلے اُس کے دوستوں کو جال میں پھنسا کر اُس کی کمزوریاں اگلواؤ۔'' علشبہ نے کسی نامعلوم سیانے کا حوالہ دیا۔

''اور یہ کون سے سیانے کہتے ہیں۔'' ماہا نے بھنوئیں سیکٹر کے اُسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جیسے کہ...... میں۔'' بڑی ادا سے راز فاش کیا تھا علشبہ بی بی نے۔

''ہونہہ...... سیدھا سیدھا بتاؤ کہ کرنا کیا ہے۔'' ماہا اُس کے سیانے پن کو چٹکی میں اڑاتی اصل مدعے پر آ گئی۔

''دیکھو نیلم کی سب سے عزیز ترین سہیلی نرگس ہے۔ یقیناً اُسے نیلم کے سارے راز بھی معلوم ہوں گے۔ تو ہمیں اُسے شیشے میں اُتار کر ساری باتیں بمع ثبوت کے ساتھ الگوانی ہیں۔ پر مسئلہ یہ ہے کہ سمجھ نہیں آ رہا کہ نرگس کو شیشے میں کیسے اُتاریں۔'' علشبہ نے پلاننگ کے ساتھ ساتھ اپنی مشکل بھی بیان کی۔

''یہ تو کوئی مشکل ہی نہیں۔ نرگس کی دو ہی کمزوریاں ہیں ایک شاپنگ اور دوسرا ہوسٹنگ، ہم

اُس کے دونوں ہی شوق پورے کروا دیں گے اور بدلے میں باتوں ہی باتوں میں سارے راز اُگلوالیں گے۔ کیسا......؟'' ماہانے چٹکیوں میں مسئلہ حل کر کے علشبہ کو استفہامیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

'' بالکل پرفیکٹ...... پھر آج ہی امی کو آگاہ کرتی ہوں اس تجویز سے۔'' ماہانے اوکے کرتے ہوئے جواب دیا۔

شازیہ کو یہ منصوبہ بے حد پسند آیا۔ سو جھٹ سے ڈھائی ہزار پرس سے نکال کر اُن کے ہاتھ میں رکھ دیے اور لگیں کہنے۔

''خوب اچھے سے شاپنگ کرانا نرگس کو، جی بھر کے خوش کر دینا اُسے تاکہ ساری مطلب کی بات اُگل دے۔ دیکھو کہیں کم تو نہیں پڑیں گے پیسے...... اچھا ایسا کرو یہ بھی لے لو۔'' شازیہ مارے خوشی کے پھولے نہ سما رہی تھیں۔ اور جذبات میں آکر مزید ڈیڑھ ہزار علشبہ کے ہاتھ میں رکھ دیے۔ دونوں سب سے پہلے نرگس کے گھر گئیں اور شاپنگ پہ چلنے کی درخواست کی۔ جسے نرگس نے بے حد خوشی کے ساتھ قبول کر لیا۔ مال پہنچ کر انہوں نے نرگس کو آزاد چھوڑ دیا۔ موصوفہ مروت کرتے ہوئے فقط پرفیوم، کاسمیٹکس اور جیولری کی خریداری کی بس ایک بار مروتاً پوچھ لیا کہ مجھ پر اتنی مہربانی کیوں......؟ جس پر ماہانے بڑے پیار سے کہا۔

''ہم آپ کو اپنی بہن سے کم تھوڑی نہ سمجھتے ہیں جو ہم نے لیا، وہ آپ کے لیے بھی لیا۔'' نرگس اللہ جانے مطمئن ہوئی اس بات سے یا نہیں البتہ اپنی پسند کی شاپنگ خوب کی اگلا مرحلہ ہوٹلنگ کا تھا تو میکڈونلڈ پہنچ کر اُن تینوں نے برگر آرڈر کیا اور بیٹھ گئیں۔

''ارے نرگس آپ کی دوست نیلم کا کیا خیال ہے۔ آج کل نظر نہیں آرہیں آپ کے ساتھ۔'' ماہا نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔

''ارے وہ...... اُس کا تو نہ ہی پوچھو حال...... چار بوائے فرینڈ بنائے ہوئے ہیں اُس نے، ایسے میں دوست کہاں یاد رہے گی اُسے۔'' نرگس نے پہلے ہی سوال پر سب سے بڑا راز فاش کر ڈالا۔ اُن دونوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

''نرگس آپ تو اتنی اچھی باکردار لڑکی ہیں پھر آپ اُسے سمجھاتیں نہیں کہ یہ حرکتیں نہ کرے۔'' علشبہ نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔

''ارے یار کیا بتاؤں۔ اُس کی اپنی حرکتوں سے تنگ آکر تو میں نے دوستی کم کر دی ہے اُس سے۔ بس کبھی کبھی فون آجاتا ہے اُس کا۔ اپنے دوستوں کے تحفے تحائف کے بارے میں بتاتی رہتی ہے اور میرا دل جلاتی رہتی ہے۔'' نرگس نے بھی اپنے دل کے پھپھولے پھوڑ ہی لیے۔ ماہا علشبہ کو اشارہ کر کے اپنا آرڈر لینے کاؤنٹر پر چلی گئی۔

''دراصل نرگس بات یہ ہے کہ یہ بردار نیلم ہمارے بھائی کے بھی پیچھے پڑ گئی ہے۔ اور بھائی اُس کے لیے گھر میں محاذ کھولے بیٹھا۔ پر آپ خود بتائیں کیا ہمارے خوبرو، اسمارٹ اور وفا شعار بھائی کے لیے نیلم جیسی بدکردار لڑکی رہ گئی ہے۔ سمجھ نہیں آرہا اب کیا کریں کیسے جان چھڑائیں۔ آپ ہماری کچھ مدد کر سکتی ہیں تو بتائیں۔ علشبہ نے خود پر مظلومیت طاری کرتے ساری داستان سنائی۔

''اوہ یہ بات ہے تبھی تم لوگ مجھے یہاں گھمانے، پھرانے، کھلانے، پلانے لائے ہو۔'' نرگس ایک پل میں معاملے کی گہرائی میں جا پہنچی۔ سو بدمزا سی ہو کر بولی۔ علشبہ زنگر برگر اور فرائیز سے بھری ٹرے وہاں لے کر پہنچی تو بات بگڑتی دیکھ کر فوراً بولی۔

''نہیں، نہیں یہ بات نہیں ہے۔ دراصل ہم دونوں کی نظر میں آپ سے زیادہ عقلمند سمجھدار لڑکی محلے میں کوئی نہیں۔ اس لیے آپ سے مشورہ لینے کے لیے ہم یہاں مال لے کر آئے۔ آپ دیکھیں ناں ایسی باتیں گھر پر تو نہیں ہوسکتی ہیں ناں۔ سنا نہیں آپ نے کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔ بس اسی لیے ہم یہاں آئے کہ ہلکی پھلکی شاپنگ اور ہوسٹنگ کے ساتھ یہ مسئلہ بھی آپ سے ڈسکس کرلیں گے۔'' ماہا نے بڑے سبھاؤ سے بات کی علشبہ اس کی ذہانت پر عش عش کر اٹھی اور نرگس متفق دکھائی دینے لگی۔

''ہاں بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔ اچھا کہو کیسی مدد چاہیے تم لوگوں کو۔'' کرسپی زنگر کا بڑا سا بائٹ لیتے ہوئے۔ نرگس نے اپنی خدمات پیش کرنے کے لیے آمادگی کا اظہار کیا۔ ماہا اور علشبہ پُرجوش سی اُسے مزید تفصیل بتانے لگیں۔

''ہونہہ ٹھیک ہے۔ میرے پاس ایک آئیڈیا ہے۔ نیلم نے بتایا تھا کہ چند دنوں بعد وہ اپنے ایک 'خاص' دوست سے ملنے جائے گی۔ میں اُس سے باتوں باتوں میں وقت اور جگہ اگلوالوں گی اور پھر تم لوگوں کو بتادوں گی۔ پھر تم لوگ اپنے بھائی کو لے کر وہاں پہنچ جانا اور نیلم کو وہاں رنگے ہاتھوں پکڑ لینا۔ یوں تم لوگوں کا کام بھی ہوجائے گا اور نام بھی نہیں آئے گا۔'' نرگس نے چٹکی بجاتے ہوئے تجویز دے ڈالی۔ ماہا اور علشبہ کو اُس کی یہ تجویز پسند آئی۔ سو منصوبہ طے پاگیا کہ نرگس اطلاع ملتے ہی انہیں آگاہ کرے گی۔ گھر آکر ماہا اور علشبہ نے یہ ساری معلومات شازیہ کے آگے رکھ دی۔ شازیہ نے فیصلہ کیا کہ نرگس کی بتائی گئی جگہ پر وہ خود ہی محسن کو لے کر جائے گی۔ انہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اُس رات کو ہی نرگس نے پیغام پہنچا دیا تھا کہ نیلم کس وقت اور کہاں ملنے والی ہے۔ نرگس اپنا کام کر چکی تھی اب انہیں اپنا کام کرنا تھا۔

انہوں نے دن میں ہی محسن کو کال کر کے جلدی گھر آنے کا کہہ کر نیلم کے لیے کچھ خاص خریداری کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ نیلم کا نام سن کر محسن مقررہ وقت سے قبل ہی بھاگا بھاگا گھر آپہنچا تھا۔ علشبہ اور ماہا اُس کی بے قراری دیکھ کر ایک دوسرے کو معنی خیز مسکراہٹ سے نواز رہی تھیں۔

مطلوبہ مال میں پہنچ کر شازیہ نے محسن کی پسند سے ایک انتہائی خوبصورت سا لباس خریدا۔ باتوں باتوں میں وہ محسن کو اچھی طرح باور کرا چکی تھیں کہ اس عید تک وہ اس کی اور نیلم کی باقاعدہ رسم ادا کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ محسن کے تو دل میں لڈو پھوٹنے لگے۔ شاپنگ مکمل ہونے کے بعد وہ شازیہ کی فرمائش کے مطابق اُن کے مطلوبہ ریسٹورنٹ میں لے آیا۔ ریسٹورانٹ میں داخل ہوتے ہی شازیہ نے بے صبری سے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں اور بے چینی سے دوسرے فلور کی سیڑھیاں چڑھنے لگیں۔ محسن وقفے وقفے سے موبائل پر میسج کرتا اور پھر جواب کا انتظار کرتا اُن کے پیچھے پیچھے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔

''بتا دیا تم نے نیلم کو کہ اُس کے لیے ہم نے سوٹ خریدا ہے۔'' سیڑھیاں چڑھتی شازیہ نے سادہ سے انداز میں پوچھا۔

''جی امی!'' وہ کہہ رہی آپ کی امی نے اتنی محبت سے خریدا ہے تو بہت پیارا ہوگا۔'' محسن نے شرمیلی سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے بولا۔

''ہونہہ، اِس کے لیے خریدوں گی بڑے پیار سے۔'' شازیہ زیرِ لب بڑبڑائی گلاس ڈور کو دھکیلتی اندر داخل ہوئیں۔ اوپر کا ہال بھی لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ شازیہ نگاہیں سکیڑے اِدھر اُدھر دیکھنے لگیں۔

''چلیں امی! اس طرف میز خالی ہے وہاں بیٹھتے ہیں۔'' محسن نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ پر شازیہ نے اُس کے ساتھ چلنے کے بجائے اُس کا ہاتھ تھام کر اپنی جانب کھینچا۔

''ارے محسن دیکھنا ذرا...... یہ لڑکی نیلم جیسی نہیں لگ رہی۔'' شازیہ نے کچھ فاصلے پر نیلم کو اُسی لڑکے کے ساتھ بیٹھے دیکھ کر اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ محسن اُن کی بات پر ٹھٹھک کر دیکھنے لگا۔ اُس لڑکی کے دائیں طرف کا آدھا حصہ اُن دونوں کی جانب واضح تھا۔ محسن کو بھی اُس لڑکی پر نیلم ہونے کا شائبہ ہوا۔ شازیہ اُس کا ہاتھ کھینچتے ہوئے اس لڑکی کی جانب بڑھیں۔

''تمہیں کیا بتاؤ عامر...... میرے بابا کتنے ظالم ہیں۔ زبردستی میری شادی میرے محلے کا ایک اَن پڑھ، گنوار قسم کے لڑکے سے کرا رہے ہیں۔'' اِس سے قبل وہ دونوں اُس لڑکی کے سر پر پہنچتے۔ اُس کی آواز اُن کی سماعتوں سے ٹکرائی اور قدم خود بخود رُک گئے اور جسم کا رواں رواں مزید باتیں سننے کو بیدار ہوگیا۔

''نیلم تم انکار کردو اِس شادی سے۔ دیکھو میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ایسا کرتے ہیں ہم کہیں بھاگ چلتے ہیں۔'' اُس عامر نامی لڑکے نے فرطِ جذبات کے عالم میں کہا تو محسن کے کان مزید کھڑے ہوگئے۔ وہ اور شازیہ نیلم کے عقب میں کھڑے تھے۔ اس لیے اب تک اُس کا چہرہ دیکھ نہیں پائے تھے۔

''نہیں عامر میں مشرقی لڑکی ہوں۔ میں اُس چرسی، شرابی سے شادی کرلوں گی مگر اپنے والدین کی عزت پر آنچ نہیں آنے دوں گی۔'' اس بار نیلم کی آواز کافی واضح تھی۔ محسن کو اک لمحہ لگا پہچاننے میں۔ وہ اچانک سے اُس کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اُسے یوں سامنے پا کر نیلم کے ہاتھوں کے تو طوطے ہی اُڑ گئے۔

''تم...... یہاں...... اچانک......!'' لفظ اُس کے منہ سے ٹوٹ ٹوٹ کر نکل رہے تھے۔

''ہاں...... میں...... یہاں...... اچانک......!'' محسن نے دانت کچکچاتے ہوئے جواب دیا۔

''ایکسکیوزمی مسٹر...... آپ کی تعریف!'' عامر نے اُن دونوں کے بیچ میں ٹانگ اڑائی۔

''میں وہی جاہل، گنوار، چرسی، شرابی جس سے اِن محترمہ کی شادی ہونے والی تھی جو کہ اب قطعی نہیں ہوگی۔'' محسن نے ایک ایک لفظ چبا کر اُن دونوں کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ شازیہ بامشکل اپنی مسکراہٹ چھپائے خاموش تماشائی بنی یہ تماشہ دیکھ رہی تھیں۔

''نیلم یہ کیا کہہ رہا ہے...... کون ہے یہ!'' عامر نے گھبرا کر نیلم سے پوچھا جس کے اپنے چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئی تھی۔ اِرد گرد کے لوگ بھی اب اُن کی جانب متوجہ ہونا شروع ہوگئے تھے۔ ایک تیز طرار سی آنٹی تو شازیہ کے برابر میں آ کھڑی ہوئیں اور اُن سے لگیں معاملہ دریافت کرنے۔

''ہائے کیا بتاؤں بہن، میری ہونے والی بہو ہے۔ کم بخت منگنی سے پہلے ہی میرے بچے کو دھوکہ دے گئی۔'' شازیہ نے بلند آواز میں موقع دیکھ کر چوکا لگایا۔ جس کے نتیجے میں غیرت کے مارے لال پیلا ہوتا محسن اپنی انگلی سے ایک ننھی سی انگوٹھی اُتار کر میز پر پٹختا ہوا بولا۔

''یہ لو مکار عورت اپنی محبت کی نشانی۔'' یہ کہہ کر اگلے ہی پل اُس نے نیلم کے ہاتھ سے اُس کا مہنگا سا موبائل سیٹ جھپٹ لیا۔ ''اور واپس کرو میری محبت کی نشانی۔'' شازیہ یہ منظر دیکھ کر غش کھا کر گرتے گرتے بچی۔ یعنی برخوردار ٹھیک ٹھاک اس چلتر لڑکی

پر اپنا پیسہ برباد کر چکے تھے۔ محسن اُن کا ہاتھ تھامے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے جانے لگا۔ جاتے جاتے شازیہ نے ایک بار پلٹ کر نیلم کو دیکھا۔ عامر بھی اُس پر برس رہا تھا اور آس پاس کھڑے لوگ تمسخر آمیز نظروں سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ ایک لڑکی کی اِس سے زیادہ بے عزتی اُن سے دیکھی نہ گئی۔ وہ خود ماں تھیں اور بیٹی والی تھیں۔ مگر نیلم جیسی لڑکیاں اپنے لیے ذلت کا یہ راستہ خود چنتی ہیں۔ گھر آ کر چہرے پر بارہ بجائے شازیہ نے ماہا اور علشبہ کو چپکے سے وکٹری کا سائن بنا کر دکھاتے ہوئے فتح کی خبر پہنچائی۔ محسن اگلے تین دن تک نیلم کے دھوکے کا غم مناتا رہا۔ وہ تو مزید مناتا اگر تیسری غم کی رات شازیہ اُس کے کمرے میں جا کر اُسے آڑے ہاتھوں نہ لیتیں۔

''واہ واہ میاں محسن۔ محبوبہ کے دھوکے کے غم سے فرصت مل گئی تو اب کچھ کام کی بات بھی کر لیں یا ابھی اُس نا ہنجار لڑکی کے جدائی کے غم میں اور ٹسوے بہانا ہے۔'' ماں کی دھاڑ نے محسن کو بوکھلا کر رکھ دیا۔

''جی امی...... کہیں! کیا کام کی بات کرنی ہے۔'' وہ مؤدب سا بن کر بیٹھ گیا۔

''دیکھو برخوردار...... تم نے اپنی ضد ہم سے منوائی اور اُس کا نتیجہ دیکھ لیا۔ اب سیدھی سی بات ہے گھر کی بچی ماہا ابھی بھی تمہارے سامنے ہے۔ ہم سب اُس کی فطرت و کردار سے بخوبی واقف ہو۔ تو کہو اب کیا ارادہ ہے۔'' شازیہ نے کڑے تیوروں کے ساتھ اُس سے پوچھا۔

''جیسے آپ کی مرضی امی! مجھے ماہا سے شادی کرنے میں کوئی اعتراض نہیں۔'' انتہائی معصومانہ انداز میں جواب سامنے آیا۔ کچھ دیر تک تو خود شازیہ کو بھی یقین نہ آیا۔ انہیں بے یقین سا دیکھ کر جب یہی الفاظ محسن نے دوبارہ دہرائے تب یقین آیا۔

شازیہ شادیٔ مرگ کی سی کیفیت میں اُٹھا کر کمرے سے باہر غضنفر کو یہ خوشخبری سنانے گئیں تھیں۔ اُن کے جاتے ہی محسن افسردگی سے ساتھ پڑے موبائل کو دیکھنے لگا۔ اس کا یا پلٹ میں اس موبائل کا ہی تو سارا ہاتھ تھا۔ اگر وہ اس میں موجود نیلم کے میسجز، ویڈیوز نہ دیکھ لیتا تو اب بھی ماہین کی قدر نہ کر پاتا۔ یہ وہی موبائل تھا جو وہ نیلم سے جھپٹ کر لایا تھا۔

''مگر مجھے اعتراض ہے اس شادی پر۔ مجھے تمہارے عاشق مزاج دل پھینک بھائی سے شادی نہیں کرنی۔'' وہ جوالہ مکھی بنی شعلہ بار نگاہوں سے علشبہ کو گھورتی سانپ کی طرح پھنکاری تھی۔

''میرا بھائی کوئی دل پھینک عاشق نہیں ہے۔ وہ تو بس اُس چالباز نیلم کے جال میں پھنس گیا تھا۔'' علشبہ کی طرف سے محسن کے لیے ایک کمزور سا دفاع سامنے آیا۔

شازیہ اور غضنفر نے روبی اور ظفر سے محسن کے لیے باقاعدہ رشتہ مانگا تھا۔ روبی اور ظفر کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ بلکہ وہ تو یہ سوچ کر بے حد خوش تھے کہ اُن کی بیٹی شادی کے بعد بھی اُن کی نظروں کے سامنے رہے گی۔ روبی، محسن اور نیلم والے معاملے سے بخوبی آگاہ تھیں۔ اور یہ بھی اچھی طرح جانتی تھیں کہ نیلم کے عشق کا بھوت اب محسن کے سر سے اتر چکا ہے۔ اتنا تو وہ بھی جانتی تھیں کہ محسن کردار کا کچا نہیں اور ماہا سے شادی کے لیے خود راضی ہوا ہے۔ پر مسئلہ اب یہ تھا کہ بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے۔ محسن اور ماہا کے تعلقات پاک بھارت تعلقات سے مماثلث رکھتے تھے۔ چنانچہ بہت سوچ سمجھ کر ماہا کی رائے اس رشتے پر جاننے کی ذمہ داری علشبہ کو سونپی گئی اور اسی ذمہ داری کو نبھانے کے چکر میں آج علشبہ کو ماہا کی کھری کھری سننے کو مل رہی تھی۔

''ہاں تمہارا بھائی تو دودھ پیتا بچہ ہے ناں جو نیلم کے جال میں پھنس گیا۔ تم سب نے دھوکہ دیا ہے مجھے۔ میری پشت پر خنجر گھونپا ہے۔ اگر مجھے ذرا بھی خالہ جان کے ارادوں کی بھنک پڑتی ناں تو قسم سے میں نیلم کی شادی تمہارے بھائی سے کروا کر دم لیتی۔'' ماہا ملکہ جذبات کا روپ دھارے جو منہ میں آیا بولتی چلی گئی۔ اُسے شدت سے وہ پل یاد آنے لگا جب محسن نے اُسے بناء غلطی جانے بے بھاؤ کا سنایا تھا۔

علشبہ کو ماہا کی جانب سے اسی جواب کی امید تھی۔ سو انکار بڑوں تک پہنچا کر افسردہ سی ہو بیٹھی۔ دل میں تو اُس کے بھی خواہش تھی کہ ماہا اُس کی بھابی بنے۔

''کوئی نہیں بچی ابھی ذرا غصے میں ہے۔ تھوڑا وقت دو۔ دیکھ لینا اقرار ہی کرے گی ماہا۔'' شازی نے انکار سن کر بے فکری سے جواب دیا۔ روبی بھی اُن کی بات سے متفق ہوتی اثبات میں سر ہلا گئیں۔ پر یہ انکار کی خبر جونہی محسن تک پہنچی وہ افسردہ ہوتا شازیہ اور روبی کے پاس جا پہنچا۔

''کیا میں اتنا گیا گزرا ہوں جو ماہا مجھ سے شادی سے انکار کر رہی ہے۔'' وہ شکوہ کناں انداز میں بولا۔

''تم تو نہیں، مگر تمہاری حرکتیں ضرور گئی گزری ہیں۔'' شازیہ نے دُوبدو جواب دیا۔

''میں شرمندہ ہوں ناں امی اپنی غلطیوں پر۔ آپ لوگوں نے مجھے معاف کر دیا ہے تو اب وہ بھی مجھے معاف کر دے۔'' وہ واقعی شرمندہ تھا۔ شرمندگی اُس کے لہجے سے جھلک رہی تھی۔

''کر دے گی میرے بچے، ضرور معاف کر دے گی۔ تم نے ماضی میں اُس کا دل بھی تو بے حد دُکھایا ہے۔ تو اب کچھ جو ہر دل جیتنے کے لیے بھی دکھاؤ۔

دیکھو بیٹا...... مرد کی جو ذات ہوتی ہے ناں وہ بڑی سر پھری ہوتی ہے۔ مگر جو عورت ذات ہوتی ہے۔ وہ سر پھری تو نہیں مگر روکھی ضرور ہوتی ہے۔ پر جو مرد اُس کی دل سے قدر کرتا، خیال رکھتا، ساتھ دیتا، عزت واحترام اور محبت کرتا اُس کو وہ اپنے دل کے مسند پر ضرور بٹھاتی ہے۔ بیٹا تم نے اب تک اپنے رویے سے ماہا کا دل دکھایا۔ اب تم اُس کے دل میں اپنی جگہ خود بناؤ۔ ہماری تو دل سے خواہش ہے کہ تم دونوں شادی کے خوبصورت بندھن میں بندھ جاؤ۔ مگر ہمت تمہیں اب خود کرنی پڑے گی۔'' روبی پیار سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے سمجھا رہی تھیں۔ محسن اُن کی باتوں پر قائل ہوتا نظر آرہا تھا۔ شازیہ محسن کو تائیدی انداز میں مسکراتا دیکھ کر روبی کی بات سے متفق ہونے کا اظہار کر رہی تھیں۔ محسن ماں اور خالہ کی بات اچھی طرح سمجھ چکا تھا۔

☆......☆......☆

کچھ دنوں بعد ماہا سے ایک بار پھر بات کی گئی۔ اس بار میدان میں خود شازیہ اور روبی اتریں۔

''میرے بچے وہ خود تم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔'' شازیہ اُسے پچکارتے ہوئے سمجھا رہی تھیں۔

''خالہ امی...... اگر یہی غلطی میں کرتی جو محسن بھائی سے سرزد ہوئی ہے تو کیا سب کا دل تب بھی اتنی آسانی سے صاف ہو جاتا؟ تب کیا محسن مجھے پورے خلوص سے اپناتے۔'' کافی دیر سے خاموش بیٹھی ماہا نے سر اُٹھا کر سنجیدگی سے سوال اٹھایا۔ شازیہ اُس کا سوال سن کر خاموش ہو گئیں۔ روبی بیٹی کے سوال پر بہن سے نظریں چرا گئیں اور ماں کے کمرے میں داخل ہونے کے لیے دستک دیتا محسن کمرے کے اندر سے سنائی دیتے اس سوال پر چونک کر رک گیا۔

''بیٹا معاشرہ مردوں کو معاف کر دیتا ہے مگر عورت کو نہیں۔ اور اگر معاف کر بھی دیتا ہے تو احسان

سمجھ کر......'' شازیہ پست آواز میں معاشرے کی حقیقت بتا رہی تھیں۔

'' غلط کرتا ہے معاشرہ ناانصافی کرتا ہے......

لیکن خالہ امی صرف یہی وجہ نہیں محسن سے شادی سے انکار کی۔ میرے اور اُس کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہ بات بے بات مجھ پر غصہ کرتا۔ شادی کے بعد تو حق سمجھ کر مجھ پر اپنا غصہ اتارے گا۔ میرے عزتِ نفس کو مجروح کرے گا۔ میری تذلیل کرے گا۔ کیونکہ وہ اب تک یہی کرتا آرہا ہے۔ پھر میں یہ سب جانتے بوجھتے کیوں اُس شخص کا ساتھ قبول کروں جس کی آنکھوں میں مجھے دیکھتے ہی خون اُتر آتا ہے۔ آپ لوگ پلیز مجھے اُس سے شادی کے لیے فورس نہ کریں۔''

ماہا نے عاجزانہ انداز میں اپنے انکار کی وجہ بتائی۔ ماہا کی اس بات کے بعد دونوں بہنوں کے لیے مزید کچھ کہنا مشکل ہوگیا۔ دروازے کے پیچھے کھڑے محسن پر ڈھیروں پانی پڑ گیا۔ شرم سے اُس کا رویہ ماہا کے ساتھ اس قدر خراب رہا تھا اس بات کا احساس آج اُسے ماہا کے انکار نے اچھی طرح دلا دیا تھا۔ قبل اس کے روبی اور شازیہ کمرے سے باہر نکلتیں وہ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ وہ ساری رات محسن کی اپنے اور ماہا کے رشتے کے بارے میں سوچتے گزری۔ گھر میں اچانک ہی اُداسی چھا گئی تھی۔ یوں جیسے خوشیوں نے اُن کے در پر دستک دیتے دیتے راستہ موڑ لیا ہو۔

☆......☆......☆

'' کن سوچوں میں گھری ہو روبی۔'' ہرا دھنیے کی چٹنی پیستے ہوئے شازیہ نے پیاز کاٹتی ہوئی روبی سے بالآخر پوچھ ہی ڈالا۔ وہ کافی دیر سے روبی کو خیالوں میں گم دیکھ رہی تھیں۔

'' کچھ نہیں آپا، بس ایسے ہی!'' روبی نے چونک کر پہلے شازیہ کو دیکھا اور پھر سر جھٹکتے ہوئے بولیں۔

'' ارے ماہا کی سالگرہ آنے والی ہے ناں۔ اُسے تحفہ دینے کے لیے تو سوچ بچار میں نہیں لگی ہوئی ہو۔ ایک تو اس لڑکی کو جلدی کچھ پسند بھی نہیں آتا۔'' شازیہ نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔ چٹنی پیس کر اب وہ روبی کے برابر ہی آبیٹھیں تھیں۔ اور ساگ کے پتے توڑ رہی تھیں۔ روبی کچھ دیر خاموش رہیں۔ پھر کچھ سوچتے ہوئے کہنا شروع ہوئیں۔

محسن کچھ دیر قبل ہی بیدار ہوا تھا۔ آج ہفتہ تھا اور اُس کا آج کا دن آفس سے آف ہوتا تھا۔ غسل سے فراغت کے بعد وہ ناشتے کی طلب سے مجبور شازیہ کو ڈھونڈتا ہوا کچن کی جانب آیا تھا۔ پر وہاں ماہا کی سالگرہ کا ذکر سن کر رُک گیا۔

'' اوہ تو محترمہ کی سالگرہ آنے والی ہے۔ یہ اچھا موقع ہے محسن اس دن ہی اس نک چڑھی کزن کا دل جیت کر اُس میں محبت کے بیج بوئے جاسکتے ہیں۔'' عقل نے جھٹ مشورہ دے ڈالا۔ اور وہ اپنی ہی عقل کو داد دیتا واپس پلٹنے ہی والا تھا کہ روبی کی بات پر ٹھٹک گیا۔

'' آپا دراصل ظفر کے دوست ہیں ایک عرفان بھائی، انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے ماہا کا رشتہ مانگا ہے۔ لڑکا اچھا ہے۔ پڑھا لکھا ہے، ملازمت بھی بے حد اچھی ہے اب سمجھ نہیں آرہا ہمیں کہ کیا کریں۔ ہماری تو خواہش ہے کہ ماہا اور محسن کی ہی بات بن جائے۔ مگر پہلے محسن راضی نہیں تھا۔ اب راضی ہوا ہے تو ماہا ہتھے سے اُکھڑی ہوئی ہے۔ یہ بیل سر منڈھتے مجھے تو دکھائی نہیں دیتی آپا۔'' روبی اپنی بات کہہ کر اب متفکر سی شازیہ کو دیکھ رہی تھیں۔ جو ساری بات سُن کر اب خاموش سی ہوگئیں تھیں۔

وہ مزید وہاں نہ رُک سکا...... پلٹ کر واپس

اپنے کمرے میں آ گیا۔
وقت کبھی بڑی برق رفتاری سے بساط پلٹ دیتا ہے۔ اور انسان کب بادشاہ سے پیادہ بن جائے کبھی نہیں جان پاتا۔ کل تک وہ ماہا کو مسترد کرتا آ رہا تھا۔ اور اب جب وہ جی جان سے راضی تو وہ اُسے مسترد کر رہی تھی۔ پر یہ مسترد کرنے کا سلسلہ اب تھم جانا چاہیے۔ وہ کافی دنوں سے ماہا کی شخصیت کا معائنہ کر رہا تھا اور یہ حیرت انگیز بات تھی کہ اُس کو اچھی طرح جانچنے کے بعد زندگی کے اس موڑ پر وہ اُسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔
''بات آگے بڑھ گئی ہے محسن بیٹا...... اب یا تو ماہا کو شادی کے لیے راضی کر لو یا پھر بھائی کا روپ دھار کر اُسے گھر سے رخصت کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ دل نے دہائی دی تو وہ جھرجھری لیتا کمرے میں تیز تیز قدموں سے ٹہلنے لگا۔ اب یہ اور بات تھی کہ اُس کا ذہن قدموں سے بھی زیادہ تیز چل رہا تھا۔
وہ اپنے دُھلے ہوئے کپڑے وارڈ روب میں رکھ رہی تھی۔ جب روبی اُس کے کمرے میں داخل ہوئیں۔
''کیا کر رہی ہو ماہا......؟'' وہ کیا کر رہی تھی۔ وہ دیکھ تو رہی تھیں مگر پھر بھی پوچھ بیٹھیں۔
''کچھ نہیں امی...... کپڑے رکھ رہی تھی الماری میں۔'' وہ عام سے انداز میں کپڑے الماری میں رکھ کر پلٹی اور اُن کی جانب متوجہ ہوئی۔
''کیا ہوا کوئی بات کرنی ہے امی آپ نے۔''
ماہا روبی کو ادھیڑ بن میں مبتلا دیکھ کر پوچھ ہی بیٹھی۔
''ہونہہ، ہاں! ایک ضروری بات کرنی ہے بیٹا تم سے۔ یہاں آؤ میرے پاس بیٹھو۔'' روبی اُس کے پوچھنے پر ایک دم فیصلہ کرتے ہوئے اُس کا ہاتھ تھام کر بستر پر بیٹھ گئیں۔
''دیکھو بیٹا جو بات میں کہنے جا رہی ہوں۔ اُسے ٹھیک سے سُننا، سمجھنا اور اچھی طرح سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا۔'' وہ تمہید باندھتے ہوئے بولیں تو ماہا اُنہیں حیرت سے دیکھنے لگی۔
''بیٹا دل کی چاہ تو یہی تھی کہ تم بیاہ کر بھی اسی گھر کے آنگن میں پھلتی پھولتی ہمیں نظر آؤ۔ پر ایسا شاید رب کو منظور نہیں۔'' اتنا کہہ کر وہ لمحہ بھر کو توقف کے لیے رُکیں۔ اس دوران اُن کے چہرے پر مایوسی کے سائے واضح طور پر لہراتے نظر آ رہے تھے۔ ماہا نے اُن کے چہرے سے نظریں چرائیں۔ اور لب بھینچ کر اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو مسلنے لگی۔ روبی نے سلسلہ کلام پھر سے جوڑا۔
''تمہارے ابو کے ایک دیرینہ دوست ہیں عرفان صاحب، انہوں نے اپنے بیٹے کے لیے تمہارا رشتہ مانگا ہے۔ لڑکا اچھا ہے، پڑھا لکھا تعلیم یافتہ اور اچھی ملازمت کا حامل ہے۔ اگر تم ہاں کہو تو ہم پھر بات آگے بڑھائیں گے۔'' اتنا کہہ کر روبی ماہا کے چہرے پر نگاہیں گاڑھے جواب طلب نظروں سے دیکھنے لگیں۔ ماہا کے چہرے پر سنجیدگی کی چادر تنی ہوئی تھی۔ اور وہ بالکل خاموش تھی۔ روبی کچھ دیر تک تو اُس کے جواب کا انتظار کرتی رہیں پھر کہنے لگیں۔
''ماہا، شازیہ آپا اور محسن ابھی بھی دل و جان سے تمہیں اپنانا چاہتے ہیں۔ یہ ہم سب کی دلی خواہش ہے۔ مگر ہم میں سے کوئی بھی تم پر اپنی مرضی مسلط نہیں کرنا چاہتا۔ لہٰذا تم اپنے فیصلے میں بااختیار ہو۔ سو بہت سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو اور جب کر چکو تو ہمیں اپنے فیصلے سے آگاہ کرنا۔ ہم سب کو انتظار رہے گا۔'' اپنی بات مکمل کر کے ماہا کے ماتھے پر بوسہ دے کر وہ کمرے سے باہر نکل گئیں۔ اور اُس کے لیے سوچوں کا ایک جہان آباد کر گئیں۔
ایک گہری سانس لے کر وہ آہستگی سے بستر سے اٹھی اور دھیرے دھیرے چلتی ہوئی کھڑکی تک

آ گئی۔ ہولے سے کھڑکی کے پٹ وا کیے۔ ایک تیز ہوا کا جھونکا اُس کے اُداس چہرے سے ٹکرایا۔ اُس نے نرمی سے آنکھیں بند کر کے تازہ ہوا کی اُس کی زلفوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کو محسوس کرنا شروع کر دیا۔ اُس کے تنے ہوئے اعصاب رفتہ رفتہ ڈھیلے پڑنے لگے اور چہرے پر چھائی اُداسی کی پرچھائی بھی غائب ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ آنکھیں کھول کر وہ اب نیچے کی جانب دیکھنے لگی۔ اور پھر یکدم دم بخود سی رہ گئی۔

وہ نیچے کھڑا بڑی دلچسپی سے اُسے ہی دیکھ رہا تھا۔ یک ٹک اُس کے چہرے پر نظریں ٹکائے۔ اور اُس کی نظریں، فاصلہ ذرا زیادہ تھا۔ مگر پھر بھی اُس کی نظریں اُسے کیا پیغام بھیج رہی تھیں، وہ بخوبی جان چکی تھی۔

''یا الٰہی! یہ کیا ہو رہا ہے۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔'' وہ دھڑکتے دل سے تیزی سے کھڑکی کے دونوں پٹ بند کرتی بستر پر آ بیٹھی اور زیر لب بڑبڑانے لگی۔

''غلط کہہ رہی ہو کہ کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ مسئلہ یہ ہے کہ تمہیں سب سمجھ آ رہا ہے۔'' اُس کے اندر سے صدا بلند ہوئی۔ وہ بے چین سی ہو گئی۔

''مان کیوں نہیں لیتیں کہ اُسے پسند کرتی ہو۔ آج سے نہیں بچپن سے، مگر اُس کے رویے سے اتنی بددل ہو چکی ہو کہ اُس کے ہاتھ بڑھانے پر بھی اُس کا ہاتھ تھامنا نہیں چاہتیں۔'' صدا ایک بار پھر اُس کے اندر گونجی اس بار وہ تھکے تھکے سے انداز میں آنکھیں موند کر بستر کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

''تم جان چکی ہو کہ وہ بھی اب دل سے تمہیں پسند کرنے لگا ہے۔ مگر تم اُسے سزا دینا چاہتی ہو، تڑپانا، ستانا چاہتی ہو۔ بالکل ویسے ہی جیسے وہ تمہیں اب تک ستاتا آیا ہے۔'' اس بار اندر سے آتی آواز جذبوں کے بھرپور شدت کے باعث کچھ تیز ہوئی تھی۔ اُس کی آنکھوں سے موتی چھلک پڑے۔ اُسے اب وہ سارے پل یاد آ رہے تھے جن میں محسن نے اُس کا دل بری طرح دکھایا تھا۔

''بولو...... یہی چاہتی ہو ناں تم۔'' کوئی اندر سے مسلسل اُکسا رہا تھا۔ وہ چیخ پڑی۔

''ہاں یہی چاہتی ہوں میں، جس طرح میں تڑپی ہوں روئی ہوں اس کے لیے۔ بالکل ویسے ہی وہ بھی تڑپے میرے لیے۔ تب جا کر کروں گی میں اقرار۔ پہلے اُسے ماہا ظفر کی قدر تو ہو۔ پھر ماہا اپنی ذات اُس کے نام کرنے کو ہوتی تیار۔'' وہ لبوں تک آتے موتیوں کو ہتھیلی کے پشت سے رگڑتی۔ ایک عزم کے ساتھ خود کلام ہوئی۔

☆......☆......☆

چھٹی کا دن تھا تو صبح ناشتے کے میز پر سب اکٹھے تھے۔

''بھائی صاحب کچھ علم ہے آپ کو...... محمود اور منظور صاحب کے گھرانوں کے درمیان حائل کشیدگی اب ختم ہو چکی ہے۔ اور دونوں گھرانے اب پھر سے ایک ہو گئے ہیں۔'' چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے ظفر صاحب نے اچانک یاد آنے پر غضنفر صاحب کو بتلایا۔

''ہاں کل میری بھی ملاقات ہوئی تھی محمود صاحب سے بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ استفسار کیا تو محترم بتانے لگے کہ دلوں میں چھپی رنجشیں اب ختم ہو گئیں اور دونوں بھائی اب پھر سے مل کر رہنے لگے ہیں۔'' غضنفر صاحب شاید پہلے بتانا بھول گئے تھے ابھی ظفر صاحب کی بات پر یاد آیا تو بتانے لگے۔

''واقعی! یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ ہمیشہ سے اس گھرانے کو مل جل کر رہتے دیکھا ہے۔ اب یوں لڑتے دیکھ کر بڑا دل برا ہوتا تھا۔'' شازیہ نے خبر سن

کر خوشی کا اظہار کیا۔
"مگر اچانک یہ سب ہوا کیسے، جھگڑا ختم کیسے ہوا۔" روبی نے حیرت کا اظہار کیا۔
"اب یہ تو ہمیں علم نہیں بیگم...... چلیں بھائی صاحب کرکٹ میچ شروع ہونے والا ہے۔ ٹی وی کے سامنے براجمان ہونے کا وقت آ گیا ہمارا۔" ظفر صاحب ناشتے سے فارغ ہو چکے تھے۔ غفنفر صاحب کو میچ کی یاد دہانی کروائی۔ اور دونوں بھائی ناشتے کی نشست سے اٹھ گئے۔
ظفر اور غفنفر کے جانے کے بعد ماہا نے دھیمے لہجے میں عرفان صاحب کے بیٹے کے لیے اپنی رضا مندی روبی کے سامنے ظاہر کر دی۔ پل بھر میں اُن سب کے ہنستے مسکراتے چہرے گہری خاموشی کے سائے میں ڈوب گئے۔ اُس نے ایک نظر محسن پر ڈالی، وہ کھانے سے ہاتھ روکے، نگاہیں میز پر گاڑھے لب بھینچے بیٹھا تھا۔ اُس کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ کھل گئی جسے چھپانے کی غرض سے وہ وہاں سے اُٹھ گئی۔
اُس کے اٹھتے ہی محسن بھی وہاں سے اُٹھ کر لاؤنج سے باہر جانے لگا۔ شازیہ اور روبی نے بڑے غور سے یہ سارا منظر دیکھا۔
"روبی تم تو کہہ رہی تھیں کہ ماہا سے اس انداز میں بات کی ہے کہ اُس کا فیصلہ محسن کے حق میں ہی آئے گا۔ مگر یہاں تو اُلٹی گنگا بہہ رہی ہے۔" شازیہ نے بے تابی سے استفسار کیا۔
"آپا یقین کریں میں نے تو پوری کوشش کی کہ اسے احساس دلا کر فیصلہ اُس پر چھوڑ دوں۔ پر نہ جانے اس لڑکی کے دماغ میں کیا خناس سمایا ہے۔" انہیں بھی اب ماہا پر غصہ آنے لگا تھا۔
"ہونہہ! شاید وہ محسن کے لیے دل میں کوئی نرم جذبات نہیں رکھتی اس لیے اُسے معاف نہیں کر پا رہی۔ ٹھیک ہے پھر تم ایسا کرو عرفان کو ایک دو دن میں گھر بلا لو۔ بچی کی خواہش نہیں تو میں بھی ضد نہیں کروں گی۔ محسن سے رشتے کے لیے۔" شازیہ نے جو فیصلہ بہتر جانا وہ سنا دیا۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ بچوں کی بات کو لے کر گھر میں کسی بھی طرح کی بدمزگی ہو۔ روبی بے چارگی سے اپنی بہن کو دیکھ کر رہ گئیں۔
وہ فیصلہ سُنا کر بڑی مطمئن سی اپنے کمرے کی کھڑکی سے محسن کو باہر گاڑی اسٹارٹ کرتا دیکھ رہی تھی۔ گاڑی اسٹارٹ کرتے ہی محسن زن سے گاڑی بھگا تا منظر سے غائب ہو گیا۔ ایک دل جلا دینے والی مسکراہٹ اُس کے لبوں پر سج گئی۔

غمِ دل کو اِن آنکھوں سے چھلک جانا بھی آتا ہے
تڑپنا بھی ہمیں آتا ہے تڑپانا بھی آتا ہے

پردے برابر کر کے وہ بڑے پُر مسرت سے انداز میں گنگناتی اپنے کتابوں کے شیلف کی جانب بڑھ گئی۔ شام رفتہ رفتہ گہری سیاہی کی جانب بڑھ رہی تھی۔ محسن صبح کا نکلا ہوا، ابھی تک گھر واپس نہیں لوٹا۔ شازیہ کئی بار فون ملا چکیں تھیں مگر کال ریسو نہیں ہو رہی تھی۔
"سنیں! محسن ابھی تک گھر نہیں لوٹا۔ کب سے کال کر رہی ہوں مگر ریسو نہیں کر رہا۔ ذرا آپ بھی تو معلوم کر کے دیکھیں۔" شازیہ پریشان سی غفنفر صاحب سے کہنے لگیں۔
"ارے آ جائے گا۔ کوئی پہلی بار تھوڑی گیا ہے گھر سے باہر۔ اور ابھی تو فقط نو ہی بجے ہیں۔ آپ کے صاحبزادے تو رات دس بجے تک باہر رہنے کے عادی ہیں۔" غفنفر صاحب ابھی اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ دروازے پر ایک تواتر کے ساتھ بیل بجنا شروع ہو گئی۔ علشبہ گیٹ کھولنے گئی تو دل تھام کر رہ

گئی۔ محسن اپنے ایک دوست کے سہارے سامنے کھڑا تھا اور اُس کا دایاں بازو اور سر پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔

''یہ...... یہ کیا ہوا ہے بھائی آپ کو...... یہ پٹیاں کیسی؟'' وہ پریشان سی سوال پر سوال کیے جا رہی تھی۔ اُس کی آواز سن کر گھر کے دیگر افراد بھی وہاں آ گئے۔

''دراصل محسن کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ کچھ چوٹیں ضرور آئیں ہیں پر شکر ہے کہ شدید نوعیت کی نہیں۔ مگر زخم بھرنے میں وقت لگے گا۔'' اُس کا دوست اب اُن سب کو تفصیل بتا رہا تھا۔ محسن کے چہرے پر نقاہت طاری تھی۔ اُس سے کھڑا بھی نہیں ہوا جا رہا تھا۔ اُس کی حالت کے پیشِ نظر اُسے فوراً سہارا دے کر کمرے میں لے جایا گیا۔ شازیہ کا تو رُو رُو کر برا حال ہو گیا۔ علشبہ الگ روہانسی سی کھڑی تھی۔

محسن کے چہرے پر نظر ڈالتے ہی ماہا کا دل ڈوبنے لگا۔ اُسے صبح کا وہ منظر یاد آ گیا جب وہ غصے سے گاڑی دوڑاتا اُس کی نظروں سے غائب ہوا تھا۔ دل میں شرمندگی کا احساس جاگ اٹھا۔ وہ تو بس اُسے تنگ کرنا چاہتی تھی۔ ایسا تو نہیں چاہتی تھی کہ غصے میں اپنا نقصان کر بیٹھے۔

گھر میں اُداسی کی فضا پھیلی ہوئی تھی۔ شازیہ پریشان سی زیادہ تر محسن کے سرہانے بیٹھی رہتیں۔ روبی بہن کی حالت کے پیشِ نظر گھر کی ساری ذمہ داریاں سنبھال رہیں تھیں۔ علشبہ روبی کے ساتھ اُن کا ہاتھ بٹا رہی تھی جبکہ وہ بڑے نامحسوس انداز میں محسن کا خیال رکھ رہی تھی۔ اُس کے لیے خاص کھانے بنانا، سوپ بنانا، اُس کے کپڑوں کو استری کرنا اور دیگر چھوٹے موٹے کام وہ اس انداز میں انجام دے رہی تھی کہ کسی کو کچھ خاص محسوس ہی نہ ہو۔ محسن سے وابستہ شکایتیں اب رفتہ رفتہ دم توڑنے لگیں تھیں۔

ایک ہفتہ گزر چکا تھا اس حادثے کو۔ محسن کے زخم اب بھرنا شروع ہو گئے تھے۔ آج ہی وہ دوست کے ساتھ پٹیاں بدلوا کر آیا تھا۔ پریشانی اور ٹینشن کی وجہ سے شازیہ کی طبیعت بھی کچھ خراب ہو چلی تھی۔ علشبہ کچن سمیٹنے میں مصروف تھی تو وہ نیم گرم دودھ میں ہلدی گھول کر دبے پاؤں محسن کے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ کھڑکی کے پاس کھڑا اپنے کسی دوست سے باتوں میں مصروف تھا۔ وہ آہستگی سے گلاس کارنر ٹیبل پر رکھ کر واپس جانے کے لیے مڑی ہی تھی کہ محسن کے جملے پر ایک جھٹکے سے واپس پلٹی۔

''منصوبہ بالکل زبردست جا رہا ہے یار...... بڑا شوق تھا موصوفہ کو عرفان انکل کے بیٹے کو گھر پر بلانے کا۔ اب جب تک میں ٹھیک نہ ہو جاؤں تب تک تو کچھ ہونے والا نہیں۔'' وہ بڑے مزے سے کہتا ہوا ہنس رہا تھا۔ اُس کے چہرے کا رُخ کھڑکی کی جانب ہونے کی وجہ سے وہ اب تک ماہا کی موجودگی سے لاعلم تھا۔

''نہیں، نہیں...... کسی کو شک تو کیا وہم بھی نہیں گزرا میرے اس ڈرامے کا۔'' محسن اپنے دائیں ہاتھ سے کھڑکی کے پٹ بند کرتا سارے راز کھول رہا تھا۔

''اڑا ایسا ویسا...... کافی خیال رکھتی ہیں اب میرا محترمہ...... مگر میں اُسے محسوس ہی نہیں ہونے دیتا کہ اُس کے ہر عمل پر نظر رکھ رہا ہوں۔'' وہ بڑی دلکش مسکراہٹ لبوں پر سجائے کہتے ہوئے پلٹا تھا اور سامنے خونخوار نظروں سے گھورتی ماہا کو دیکھ کر سٹپٹا کر رہ گیا۔

''میں کچھ دیر بعد بات کرتا ہوں یار۔ اللہ حافظ۔'' رابطہ منقطع کر کے وہ اب مکمل طور پر ماہا کی

جانب متوجہ تھا۔ اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتا ماہا چیخ پڑی۔

''جھوٹے مکار...... شرم نیں آتی گھر میں سب کو دھوکے میں رکھ کر پریشان کرتے ہوئے۔''

''تمہیں شرم آتی ہے مجھے یوں ستا کر، پریشان کر کے۔'' وہ سوال کے جواب میں سوال کر رہا تھا۔ کچھ لمحے قبل کی گھبراہٹ اڑن چھو ہو چکی تھی۔ جیسے ماہا کو حقیقت پتا چل جانے پر اُسے کوئی فرق ہی نہ پڑتا ہو۔

''میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ ویسے بھی گھر میں سب کو پریشان کرنے والے کارنامے تم ہی انجام دیتے ہو۔ کبھی کسی بے شرم لڑکی کے پیچھے پڑ کر، تو کبھی جھوٹ موٹ کے ہاتھ پیر تڑوا کر۔'' وہ سر تا پیر اُسے طنزیہ نگاہوں سے گھورتے ہوئے بولی۔

''اور مجھے پریشان کرنے والے کارنامے تم انجام دیتی ہو۔ کبھی مجھے شادی سے انکار کر کے تو کبھی کسی ایرے غیرے کے لیے ہاں کر کے۔'' وہ پُرسکون سا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ رہا تھا۔

''ویسے بھی مائی ڈیئر کزن جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے۔ اور میں تو اِن دونوں حادثات کا شکار ہوں تو پھر مجھو مجھ پر تو سب کچھ معاف ہے۔'' وہ اب بڑے آرام سے اپنے گلے سے پٹی اتارتا ہوا بول رہا تھا۔ جیسے اب اس راز کی کوئی فکر نہ ہو۔ ماہا اُس کے اس انداز پر سلگ سی گئی۔

''کیا مطلب......! کون سی محبت، کون سی جنگ...... کن حادثات کا رونا رو رہے ہو تم۔'' وہ تیکھی نگاہیں اُس کے چہرے پر گاڑھتے ہوئے بولی۔

''محبت وہ جو میرا دل تم سے کرتا ہے۔ جنگ وہ جو تم میری محبت سے کرتی ہو۔'' وہ مسکراتا ہوا اُس کی جانب ایک قدم بڑھا۔

''میرے پاس فضول وقت نہیں کہ تمہاری اِن بے تکی باتوں پر برباد کروں۔'' اُس کا دل محسن کی بات پر دھڑکا تھا۔ تبھی جان چھڑانے والے انداز میں کہتی دروازے کی جانب پلٹی۔

''رُکو ماہا! میں مانتا ہوں میں بہت برا ہوں، تم سے لڑتا ہوں، تم پر غصہ کرتا ہوں۔ تمہیں ہرٹ کرتا ہوں۔ پر اہم بات یہ ہے کہ میں ان تمام باتوں پر شرمندہ ہوں۔ اور دیکھو اگر شرمندہ نہ ہوتا تو کیا منظور اور محمود انکل کے گھرانوں کے درمیان صلح کرواتا۔'' اس کے لہجے اور آنکھوں میں سچائی جھلک رہی تھی۔ محسن کے الفاظ ماہا کی سماعتوں بن کر بم کی طرح گرے۔ وہ حیرت زدہ سی اُس کی جانب پلٹی۔

''کیا...... تم نے اُن دونوں گھرانوں میں صلح کروائی ہے۔ مگر کیوں؟'' وہ شاکڈ سی اُسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔

''کیونکہ وہ اپنی آپس کی لڑائی میں تمہارا نام بدنام کر رہے تھے اور مجھے یہ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ تمہارا نام جب اب مجھ سے جڑنے والا ہے تو پھر میں اُسے بدنام کیوں ہونے دوں۔'' وہ سیدھا اُس کی آنکھوں میں جھانکتا کہنے لگا۔ ماہا گڑبڑا گئی۔

''میرا نام کیوں تمہارے نام سے جڑنے لگا۔ شاید تمہیں علم نہیں میں اس رشتے سے انکار کر چکی ہوں۔'' وہ گڑبڑاتے ہوئے بھی اُسے حقیقت بتا رہی تھی۔

''سب پتا ہے مجھے تمہارا انکار بھی، اور انکار کی وجہ بھی۔'' وہ منہ پھلا کر بولا۔

''جب سب پتا ہے تو اِن بے تکی حرکتوں کا مطلب۔ ایک دفعہ جب میں فیصلہ کر لیتی ہوں پھر بدلتی نہیں۔'' وہ دوٹوک انداز میں کہتی دروازے کی جانب بڑھنے لگی۔

''اور اگر میں نے تمہارا فیصلہ بدل ڈالا تو......''
وہ دو قدم مزید آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

''اتنی تم میں ہمت نہیں۔'' دل اچانک ہی زور سے دھڑکا تھا۔ وہ دل کی حالت سے گھبرائی۔ مگر یہ گھبراہٹ محسن پر ظاہر نہ ہونے دی اور آنکھوں میں آنکھیں ڈالے جواب دیتی رہی۔

''ہمت کی تو بات ہی نہ کرو تم..... تم سے شادی لڑ جھگڑ کر بھی کر سکتا ہوں۔ مگر لڑ کر نہیں پیار سے جیتنا چاہتا ہوں تمہیں۔'' وہ سینے پر ہاتھ باندھے اُس کے سامنے کھڑا اُسے جیتنے کی باتیں کر رہا تھا۔ ماہا کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں۔

''مجھے سمجھ نہیں آ رہا تمہیں اچانک ہوا کیا ہے۔ ساری زندگی میں تمہاری نظروں میں چبھتی رہی ہوں۔ آج تم مجھے جیتنے کی باتیں کر رہے ہو۔ تمہاری باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں محسن۔'' محسن کا رویہ جہاں اُس کا دل دھڑکا رہا تھا۔ وہیں اُس کے ذہن کو بھی اُلجھا رہا تھا۔

''ہوا یہ ہے کہ کچھ دن قبل مجھے پتا چلا کہ میں تم سے اب تک اس لیے لڑتا رہا تھا کیونکہ تم نے گھر والوں سے میرے حصے کی محبتیں چرالیں تھیں اور اس کے باوجود تم مجھے اچھی لگتی تھیں۔ اس لیے میں تم سے لڑ کر خود کو باور کرانا چاہتا تھا کہ تم مجھے اچھی نہیں لگتیں۔ پر اب میں سوچ رہا ہوں کہ.....'' وہ اتنا کہہ کر چپ ہوگیا۔ ماہا اُس کی جانب متوجہ سی اُس کے آگے بولنے کا انتظار کرتی رہی مگر وہ خاموش رہا۔ ایک معنی خیز خاموشی اُن دونوں کے بیچ حائل ہوگئی۔

''کیا سوچ رہا ہوں..... آگے بھی بولو.....'' بالآخر ماہا تنگ آ کر پوچھ ہی بیٹھی۔

''نہیں! ابھی نہیں بتاؤں گا۔'' وہ اُس کی بے قراری دیکھ کر اُسے تنگ کرنے لگا تھا۔

''نہ بتاؤ.....!'' وہ اُس کے ارادے کو فوراً بھانپ کر لاپروائی سے بولی۔

''ویسے بھی کل میں تمہارے اس ڈرامے کا کلائمکس کرنیوالی ہوں۔'' اپنی جانب سے وہ اُسے ٹھیک ٹھاک دھمکی دے رہی تھی۔

''کر دینا..... میرے لیے تو یہ کلائمکس اچھا ہی ثابت ہوگا۔'' وہ معنی خیز انداز میں بولا۔

''وہ کیسے.....؟'' وہ متعجب ہوئی۔

''وہ ایسے کہ..... جب تم سب کو سچ بتاؤ گی تو سب مجھ سے اس جھوٹ کی وجہ دریافت کریں گے اور پھر جب میں اُن سے کہوں گا کہ یہ سب کچھ میں نے ماہا کے لیے کیا ہے تاکہ عرفان صاحب سے رشتے کا کوئی معاملہ طے نہ ہو سکے۔ کیونکہ میں ماہا سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ جانتی ہو پھر کیا ہوگا۔ امی اور چھوٹی امی تو شروع سے ہی چاہتی ہیں کہ ہماری شادی ہو مگر پھر ابو، اور چھوٹے ابو بھی میری جانبداری کرتے نظر آئیں گے۔ یہاں تک کہ تمہاری چچی میری بہن بھی اور یوں تم بالکل اکیلی ہو جاؤ گی۔ پھر کب تک مقابلہ کرو گے اِن سب کے اصرار اور میری محبت کا۔ جلد ہی تم کو ماننا ہی پڑے گی۔'' وہ جو بھی کہہ رہا تھا سچ کہہ رہا تھا۔ وہ حیرت سے منہ کھولے اُس کی عقل پر عش عش کر رہی تھی۔ اور وہ یوں بیوقوفوں کی طرح منہ کھولے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ ماہا حواسوں میں واپس لوٹی تو جھپاک سے کمرے سے باہر نکل گئی۔

''محسن غضنفر..... تم سے فرار میں چاہتی ہی کب ہوں۔ ہاں اب جب تم ٹھان چکے میرا دل جیتنا۔ تو کرلو اپنی پوری کوشش..... پر میں اتنی آسانی سے تو تمہیں بھی پتا چلنے نہ دوں گی کہ اس دل پر راج تمہارا ہی ہے۔'' وہ دھڑکتے دل کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ اور ایک دل آویز مسکراہٹ سجائے وہ خود سے دل ہی دل میں مخاطب ہوئی۔

☆.....☆.....☆

کل ماہا کی سالگرہ ہے۔ اور تم ایسے بستر سے

لگے ہو کہ بچی کی سالگرہ کرنے کو جی بھی نہیں چاہ رہا۔'' شازیہ اُسے چمچ سے سوپ پلاتی ہوئی کہہ رہی تھیں۔

''نہیں امی میری وجہ سے ماہا کی سالگرہ خراب نہ کریں۔ بلکہ آپ ایک بار پھر کل چھوٹی امی سے ماہا کے لیے بات کر کے دیکھیں۔'' وہ عاجزی سے اُن کا ہاتھ تھامے بول رہا تھا۔

'' میرے بچے ماہا راضی نہیں ہوگی۔'' شازیہ بے بسی سے اُسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

''امی بس آخری بار......اب اگر انکار ہوا تو میں کبھی ماہا کا نام زبان پر نہ لاؤں گا۔'' وہ التجا کر رہا تھا۔ شازیہ کا دل بھر آیا۔ وہ اس کا ماتھا چومتے ہوئے اثبات میں سر ہلا گئیں۔ وہ اُن کے حامی بھرنے پر اُن کے ہاتھوں کو چومنے لگا۔

''کاش میرے بچے اس بار تجھے مایوس نہ ہونا پڑے۔ اللہ تو میرے بچے کی یہ خواہش یہ خوشی پوری کر دے میرے مالک۔'' وہ محبت سے محسن کو دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں اُس کی خوشیوں کے لیے دعائیں مانگے جا رہی تھیں۔

اگلے دن سالگرہ کی تیاریاں خوب زور و شور سے جاری تھیں۔ شازیہ روبی نے رات کے کھانے میں کافی اہتمام کر لیا تھا۔ علشبہ ماہا کا فیورٹ کافی کیک بنانے میں مصروف تھی۔ اور ماہا ان سب کی تیاریوں سے انجان بنی نہ جانے اپنے کون سے ذاتی کاموں میں مصروف تھی۔ محسن آج کافی دنوں بعد اپنے کمرے سے باہر نکل کر لاؤنج میں آ کر بیٹھا تھا۔ اور تب سے وہ کبھی موبائل تو کبھی لیپ ٹاپ میں مصروف تھا۔ ماہا کو کل رات والی بات کے بعد اُس سے جس رویے کی امید تھی اُس کے برعکس محسن اُس سے بالکل لاتعلق بنا بیٹھا تھا۔ جیسے کل رات اُن کے درمیان کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو۔ اُس کا یہ انداز ماہا کو

اندر تک سُلگا گیا تھا۔
''ہونہہ! کل رات تو بڑے دعویٰ کیے جا رہے تھے محبت کے اور آج تو موصوف جیسے سب کچھ بھول بیٹھے ہیں۔ اچھا ہی کیا ماہا جو اس اکڑو کے سامنے اپنے دل کی کوئی بات نہیں کی۔ ورنہ بڑی سبکی ہوتی آج اس رویے کو دیکھ کر۔'' ہمیشہ کی طرح وہ دل ہی دل میں بڑبڑاتے ہوئے اُس کے سامنے سے گزرتے ہوئے کن اکھیوں سے کئی بار دیکھ چکی تھی۔ مگر رات میں میاں مجنوں کا روپ دھارے محسن پر اس وقت کچھ اثر ہی نہ ہو رہا تھا۔

شام کو تمام تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ لاؤنج کو بھی علشبہ نے ہلکا پھلکا سجا لیا تھا۔ روبی کے کہنے پر ماہا نے ہلکی پھلکی تیاری بھی کر لی تھی۔ دھانی رنگ کی فراک میں ہلکے پھلکے میک اپ کے ساتھ وہ بے حد پیاری لگ رہی تھی۔ علشبہ اپنا بنایا ہوا مزیدار سا کانی کیک میز پر رکھ چکی تھی۔ سب کچھ تیار تھا۔ مگر محسن وہاں موجود نہ تھا۔ ماہا بے چینی سے بار بار دروازے کی جانب دیکھ رہی تھی۔

''یہ محسن کہاں رہ گیا آپا۔'' روبی بالآخر پوچھ ہی بیٹھیں۔

''پتا نہیں کہاں رہ گیا یہ لڑکا۔ علشبہ ذرا کال ملا کر پوچھ محسن سے کہ وہ کہاں ہے۔'' شازیہ نے علشبہ کو ہدایت دی تو وہ فوراً کال ملانے لگی۔ محسن سے بات ہو گئی تھی۔

''بھائی کہہ رہے ہیں بس دو منٹ میں آرہے ہیں۔'' علشبہ نے سب کو مطلع کیا۔ اور واقعی وہ دو منٹ میں آ گیا تھا۔ ایک بید سے بنی ہوئی خوبصورت سی ٹوکری اٹھائے۔ جس میں سفید رنگ کا انتہائی خوبصورت سا نیلی نیلی آنکھوں والا بلی کا بچہ بڑی معصومیت سے جھانک رہا تھا۔ وہ سب حیرت سے محسن کو دیکھنے لگے۔

''یہ تمہارا برتھ ڈے گفٹ۔'' وہ بائیں ہاتھ میں تھامی ٹوکری اُس کی جانب بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ماہا بے یقینی سے اسے حیرت زدہ سی دیکھتی رہ گئی۔

وہ بچپن سے بلی پالنے کی شوقین تھی۔ پر محسن کو جانے کیوں چڑ تھی بلیوں سے۔ وہ اُس کی لائی ہوئی ہر بلی کو گھر سے کہیں دور چھوڑ آتا تھا۔ اور وہ پھر روتی رہ جاتی۔ اور اُس کے رونے پر اگلے دن گھر والے ایک نئی بلی لا کر اُس کے حوالے کر دیتے۔ پر ایک دفعہ تو حد ہو گئی۔ اُس معصوم سے بلی کے بچے کی ذرا سی شرارت پر محسن نے اُسے انتہائی غصے میں ڈنڈے سے اس زور سے مارا کہ وہ معصوم اُسی وقت دم توڑ گیا۔ ماہا تب بہت روئی تھی۔ گھر والوں نے محسن کو بے حد ڈانٹا۔ اور اُس نے ویسا ہی دوسرا بلی کا بچہ لا کر دینے کا وعدہ بھی کیا مگر اس بار ماہا نے منع کر دیا۔ وہ محسن کے غصے سے بے حد ڈر گئی تھی۔ اور نہیں چاہتی تھی کہ مزید کوئی معصوم جان اُس کے غصے کی بھینٹ چڑھے۔ اور آج اُس کی سالگرہ پر وہ اُسے بلی کا بچہ گفٹ کر رہا تھا۔ ماہا کے لیے یہ انتہائی حیرت کا مقام تھا۔ وہ حیرت زدہ سی محسن کو دیکھنے لگی جس کے چہرے پر بڑی پُرخلوص سی مسکراہٹ سجی تھی۔

''تمہیں پسند ہیں نا بلی کے بچے...... میں تمہارے لیے لے کر آیا ہوں۔'' وہ مسکراتا ہوا اُس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ ماہا کے لب بھی مسکرا اٹھے۔ اُس کے ہاتھوں سے ٹوکری تھامتے ہوئے اُس نے اُس پیاری سی بلی کے بچے کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیا۔ وہ ٹکر ٹکر دیکھتا اُس سے فوراً ہی مانوس ہو گیا۔

''بیٹا جی...... آخر تم نے میدان مار ہی لیا۔'' شازیہ نے محسن کے قریب آ کر اُس کے کان میں سرگوشی کی۔

”ابھی آدھا میدان مارا ہے۔ باقی کام آپ دکھائیں امی جی۔“ وہ بھی جواب میں کھسر پھسر کرنے لگا۔

”چلو بھئی اب کیک بھی کاٹو۔ ہمیں تو ابھی سے بھوک لگ رہی ہے۔“ غضنفر صاحب نے سب کی توجہ کیک کی جانب مبذول کروائی۔

”ماہا نے بلی کے بچے کو بائیں ہاتھ سے تھامے ہوئے سب کی تالیوں اور مبارکباد کے شور میں کیک کاٹنے لگی۔ کیک کاٹ کر سب کو باری باری کھلاتے ہوئے وہ اب اُس کی جانب آئی تھی۔

”اس ٹوکری میں تمہارے لیے ایک پیغام بھی ہے۔“ اُس کے ہاتھ سے کیک کھاتے ہوئے وہ بولا تھا۔ وہ چونک کر اُس ٹوکری کی جانب متوجہ ہوئی۔ اُس میں گلابی رنگ کی پرچی سلیقے سے تہہ لگا کر رکھی ہوئی تھی۔ وہ جھٹ سے اُسے کھول کر پڑھنے لگی۔

تجھ کو اُلجھا کر کچھ سوالوں میں
میں نے جی بھر کر تمہیں دیکھ لیا ہے

ماہا اب تک تم سے لڑ کر خود کو یقین دلاتا رہا کہ تم مجھے اچھی نہیں لگتیں۔ پر اب زندگی کے اس موڑ پر میں تمہیں کسی قیمت پر بھی کھونا نہیں چاہتا۔ بلکہ تمہیں اپنی زندگی کا ہمسفر بنا کر یہ یقین حاصل کر لینا چاہتا ہوں کہ تم صرف میری ماہا ہو۔“ یہ فقط الفاظ نہیں تھے بلکہ محسن کے جذبات کے ترجمان بھی تھے۔ وہ نم آنکھوں سے کبھی اُس گلابی پرچی کو دیکھتی تو کبھی محسن کو۔ نہ جانے کیا جادو چلا تھا کہ کڑوے کریلے جیسا محسن اب شہد سی میٹھی بولی بول رہا تھا۔ بس ذرا سی سوچ بدلی تھی۔ ذہنوں پر چھائی دھند چھٹی تھی۔ اور محبت نے بہت دھیرے سے اُن دونوں کے دلوں کو تسخیر کر لیا تھا۔ پھر تکرار کو اقرار میں بدلتے دیر ہی کتنی لگتی۔ بلاشبہ یہ رویے ہی ہوتے ہیں جو ہمیں ایک دوسرے سے بدگمان بھی کرتے اور قریب بھی لاتے۔ محسن کی پُرخلوص چاہت اُس کے چہرے پر قوس وقزاح کے رنگوں کی طرح بکھری اور آنکھوں سے چھلک کر محبت کا اقرار کر رہی تھی۔

”ماہا بیٹا...... پھر کیا خیال ہے کل عرفان صاحب کی فیملی کو کل چائے پر بلا لیا جائے۔“ عقب سے اچانک شازیہ کی آواز گونجی وہ دونوں چونک کر حال میں واپس آئے۔ شازیہ ماہا کو کاندھے سے تھامے بظاہر سنجیدگی سے پوچھ رہی تھیں۔ مگر آنکھوں سے شرارت جھلک رہی تھی۔ جسے ماہا اچھی طرح بھانپ چکی تھی۔

”نہیں...... خالہ امی...... مجھے آپ کے پاس ہی رہنا ہے۔“ وہ شرماتے ہوئے اُن کے گلے سے جا لگی۔ شازیہ اور روبی مسکرا اُٹھیں۔

”میں جانتی تھی میری بچی نے جلد یا بدیر یہی فیصلہ کرنا ہے۔“ روبی مطمئن سی بولی تھیں۔

”آپ لوگوں نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ کیک کیسا بنا۔“ علشبہ منہ پھلائے شکایت کر رہی تھی وہ سب ہنس پڑے۔

”آج کی شام بلاشبہ میرے لیے ایک بے حد خوبصورت شام ہے۔ میرے تحفے کا بے حد خیال رکھنا۔“ وہ اُس کے کان میں سرگوشی کرتا کہہ رہا تھا۔ وہ بے ساختہ میز کی جانب دیکھنے لگی۔ جہاں بلی کا بچہ اپنی ٹوکری میں جا سویا تھا۔ محبت اُس کے چہرے پر نور کی مانند چمک رہی تھی۔

”اور تحفہ دینے والا کا۔“ وہ پہلی بار شرارت سے بولی تھی۔ وہ ہنس پڑا۔

”اُس کا خیال تو تمہیں سب سے زیادہ رکھنا ہے۔“ وہ گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔ زندگی یکسر بدل چکی تھی۔ وہ کل تک جو اُس کا دشمنِ جان تھا آج سیاں کا روپ دھارے اس کے دل میں اتر رہا تھا۔

☆☆......☆☆